رسالہ الہادی رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت مصرحہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ بتدریج دلیل ست

بر مقاصد مبادی پس اتباعا للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ مشتمل بتدریج شہور

مسمے بہ

الہادی

جلد ۶ | بابت ماہ شعبان ۱۳۴۸ھ | نمبر ۴

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی مذکر ست و رہبر مجلس ہادی

و مسکن ست برائے ہر طالب و صادی بصورت ترجمہ رسالہ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ

و حل اقتباسات کلید مثنوی و اشرف حیوۃ المسلمین و ملفوظات و سیرۃ الصدیق کہ اکثر از مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی بادارہ محمد عثمان عفی عنہ ہر ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزر چندہ آنرا بر صدد ارسال گردد

لہ فی التفسیر المعالم ماخوذ من حدیث قض بیننا بکتاب اللہ قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ ہجری نبوی صلعم

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے۔

مقاصد و ضوابط رسالہ الہادی

۱۔ اس رسالہ کو شرعی بحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۔ رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے

۳۔ ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہوجاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہنچے تو فوراً طلب فرمائیں، اطلاع ملتے ہی دوبارہ روانہ کردیا جاتا ہے۔

۴۔ رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت عہ مع محصول ڈاک علاوہ ان حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی۔پی۔ کیا جاتا ہے۔ اور وی۔پی کی صورت میں ۳ خرچ رجسٹری فیس منی آرڈر اضافہ کرکے ۱۲/ کا وی۔پی۔ روانہ کیا جاتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت مع محصول ڈاک چار شلنگ چھ پینس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لیجاتی ہے

۵۔ ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے۔

۶۔ رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا۔

۷۔ رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود ہیں۔ مگر ان کی قیمت بجائے عہ ہوجاتا ہے یا کے مع محصول کے (عہ) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے

الراقم

محمد عثمان۔ مدیر رسالہ "الہادی" دریبہ کلاں دہلی

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان کو روزہ رکھتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو سب مہینوں سے زیادہ شعبان میں (نفل) روزہ رکھنا بہت محبوب ہے (اسکی کیا وجہ ہے؟) فرمایا اللہ تعالیٰ ہر شخص کی موت کو جو اس سال مرنے والا ہے اس مہینہ میں لکھتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میری موت (کا حکم) اس حالت میں آوے کہ میں روزہ دار ہوں اسکو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے مگر اسکی سند حسن ہے

(۴) حضرت عائشہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نفل) روزہ رکھتے تو رکھے ہی چلے جاتے یہاں تک کہ ہم (اپنے دل میں) یوں کہنے لگتے کہ اب افطار نکریں گے اور افطار کرتے تو افطار ہی کیے چلے جاتے۔ یہاں تک کہ ہم یوں کہنے لگتے کہ اب روزہ نہ رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینہ کو روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا بجز رمضان کے اور میں نے آپکو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اسکو بخاری ومسلم وابوداؤد نے روایت کیا ہے **ف** یہ حدیث اس بارہ میں صریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں پورے مہینہ کو روزے نہیں رکھتے تھے ہاں دوسرے مہینوں سے اس ماہ میں زیادہ روزے رکھتے تھے۔ مترجم۔

اور نسائی وترمذی وغیرہ نے (اسکو بایں الفاظ) روایت کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا شعبان کے مہینہ میں برابر روزہ رکھتے تھے سوائے تھوڑے سے دنوں کے بلکہ (یوں کہو کہ) پورے شعبان کو روزے رکھتے تھے **ف** یہ بطور مبالغہ کے ہے کہ آپ شعبان میں چند روز ہی افطار کرتے تھے اسلئے یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آپ پورے شعبان کو روزے رکھتے تھے فان للاکثر حکم الکل۔ مترجم

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان میں روزہ رکھنا بہت محبوب تھا پھر آپ اسکو رمضان سے لادیتے۔ اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ نہ رکھتے تھے شعبان کے پورے مہینہ کو روزے رکھتے تھے یا اکثر کے۔ اور بخاری ومسلم کی ایک روایت

میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ نہ رکھتے تھے کیونکہ شعبان میں پورے مہینہ کو روزہ رکھتے اور ارشاد فرمایا کرتے کہ عمل اتنا اختیار کرو جسکو نباہنے کی ہمت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں گھبراتے یہاں تک کہ تم ہی (عمل ہی سے) گھبرا جاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نفل) نماز بھی وہی زیادہ محبوب تھی جسپر مداومت کی جائے خواہ تھوڑی ہی مقدار ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی (نفل) نماز ایک بار پڑھ لیا کرتے اُسپر ہمیشہ مداومت کرتے تھے۔

(۵) اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پے درپے دو مہینوں کے روزے رکھتے ہوئے بجز شعبان اور رمضان کے کبھی نہیں دیکھا اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابوداؤد نے ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر (رمضان کے بعد) کسی مہینہ میں پورے مہینہ کو روزے نہیں رکھتے تھے بجز شعبان کے کہ اسکو تو رمضان سے ملا دیا کرتے تھے اور نسائی نے اسکو دونوں طرح روایت کیا ہے (ترمذی کے الفاظ سے بھی اور ابوداؤد کے الفاظ سے بھی)۔

ف۔ اِس حدیث کی تاویل اوپر گذر چکی ہے اور اگر تاویل نہ کی جائے تو یوں کہنا چاہیئے کہ شعبان کا رمضان سے وصل کرنا حضور کے ساتھ مخصوص ہے امت کے لیے ممنوع ہے کیونکہ یہ حدیث فعلی ہے اور حدیث قولی میں امت کو رمضان سے پہلے ایک دو روزہ رکھنے کی ممانعت ہے پس ہم کو حدیث قولی پر عمل لازم ہے۔ حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی رمضان کے قریب خطبہ میں رمضان سے پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے (کمافی کنز العمال صفحہ ۳۲۲ ج ۴) اور حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا انتصف شعبان فلا تصوموا حتی یکون رمضان کہ جب شعبان آدھا گذر جائے تو اب رمضان آنے تک روزہ مت رکھو (رواہ احمد الاربعۃ کنز العمال صفحہ ۳۰۶ ج ۴) ترمذی نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہے اس سے بھی شعبان کے روزہ کو رمضان سے ملانے کی کراہت ثابت ہوئی مگر اس میں جو نصف شعبان کے بعد سے

روزہ کی ممانعت ہے تو یہ عام نہیں بلکہ ضعفا کے لیے مخصوص ہے جنکو شعبان میں زیادہ روزہ رکھنے سے ضعف غالب ہو جانیکا اندیشہ ہو اور جسکو غلبۂ ضعف کا اندیشہ نہو اُسکو نصف شعبان کے بعد بھی روزہ مکروہ نہیں مگر شعبان کے روزہ کو رمضان سے وصل نہ کرے احتیاط کا مقتضی یہی ہے۔ گو بعض فقہاء نے اسکی بھی اجازت دی ہے جبکہ رمضان کے روزوں میں احتیاطاً زیادت کا قصد نہو اور اگر احتیاط کے طور پر زیادت کا قصد ہو تو اتفاقاً مکروہ ہے۔ مترجم

(۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نصف[1] شعبان کی رات میں تمام مخلوق پر توجہ فرماتے ہیں۔ پس تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتے ہیں بجز مشرک کے یا عداوت رکھنے والے کے اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ نصف شعبان کی رات ہے اسمیں اللہ تعالیٰ بنو کلب[2] کی بکریوں کے بالوں کے برابر مخلوق کو جہنم سے آزاد کر دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اس رات میں مشرک اور عداوت رکھنے والے اور قطع رحم کرنے والے اور (حد سے زیادہ) لباس نیچا رکھنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے اور شراب خواری کی عادت رکھنے والے پر نظر (رحمت) نہیں فرماتے اس کے بعد راوی نے لمبی حدیث بیان کی جو قطع تعلق کے باب میں پوری بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں اپنی مخلوق پر توجہ (خاص) فرماتے ہیں اور اپنے بندوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں سوا دو شخصوں کے ایک عداوت رکھنے والا۔ اور (دوسرا ناحق) کسی کو قتل کرنے والا۔ **ف** - عداوت رکھنے والے سے مراد وہ ہے جسکو کسی مسلمان سے

۶۷

[1] مراد پندرہویں رات ہے جو ۱۴ شعبان کا دن گزرنے کے بعد آتی ہے ۱۲ مترجم

[2] اس قبیلہ میں بکریوں کی کثرت تھی ۱۲ مترجم

دنیوی قصہ کی وجہ سے عداوت ہو اور جسکو کسی سے شرعی بناپر عداوت ہو وہ اس میں داخل نہیں اور عداوت کے معنے یہ ہیں کہ کسی سے اختیاری نفرت اور غیظ ہو اور اگر طبعی رنج ہو جسکی وجہ سے وہ اسکی صورت دیکھنے اور ملنے ملانے پر قادر نہو تو یہ عداوت نہیں بشرطیکہ اُسکے لئے بُرائی کا طالب نہو نہ بد دعا کرتا ہو۔ بہرحال مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس رات سے پہلے اپنے دلوں کو مسلمانوں کی عداوت سے پاک و صاف کریں اور باہم صلح و اتحاد پیدا کریں اور جن گناہوں کا حدیث میں ذکر ہے اُن سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھیں تاکہ اس رات میں مغفرت سے اور اللہ تعالیٰ کی خاص نظر رحمت سے محروم نہ رہیں۔ مترجم۔

(۴۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اُٹھے اور نماز پڑھنے لگے پھر لمبا سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ مجکو وہم ہوا کہ (شاید) آپکی روح قبض ہوگئی جب میں نے یہ حالت دیکھی تو اٹھی اور آپ کے انگوٹھے کو ہلایا تو اسکو حرکت ہوئی (جس سے اطمینان ہوگیا کہ آپ زندہ ہیں) پھر میں لوٹی تو آپ کو سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا اعوذ بعفوك من عذابك واعوذ برضاك من سخطك و اعوذ بك منك اليك لا احصے ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك (میں آپ کے عفو کے واسطہ سے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی رضا کے واسطہ سے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور خود آپ کے واسطہ سے آپ سے پناہ چاہتا ہوں) (مطلب ظاہر یہ ہے کہ آپ کی صفات جمال کے واسطہ سے صفات جلال سے پناہ مانگتا ہوں چونکہ صفات الٰہیہ لا عین ولا غیر ہیں اسلیے دونوں جگہ خطاب کا صیغہ استعمال کیا گیا واللہ اعلم۔) میں آپکی پوری تعریف نہیں کرسکتا آپ ویسے ہی ہیں جیسی آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے) پھر جب حضور نے سجدہ سے سر اوٹھایا اور نماز پوری کر چکے فرمایا اے عائشہ یا یوں فرمایا اے حمیرا ؎ کیا تمکو یہ گمان ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

؎ حمیرا کے معنی ہیں سرخ رنگ والی یہ حضرت عائشہ رض کا لقب ہے جو بوجہ حسن جمال کے اُن کو دیا گیا ۱۲ مترجم۔

۶۸

تم سے بدعہدی کی (کہ تمہاری باری میں کسی دوسری بیوی کے پاس چلے گئے جو تمکو میری تلاش کی فکر ہوئی) میں نے عرض کیا نہیں بخدا یارسول اللہ (یہ بات نہ تھی) بلکہ مجکو سجدہ کے لمبا ہونے سے یہ وہم ہوا کہ آپکی روح قبض ہوگئی۔ پھر حضور نے فرمایا کہ تمکو خبر بھی ہے یہ کونسی رات ہے۔ میں نے عرض کیا اسکو تو اللہ اور اُس کا رسول ہی اچھی طرح جانتے ہیں فرمایا یہ نصف شعبان کی رات ہے اسمیں اللہ تعالےٰ سب مغفرت چاہنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور سب طالبان رحمت پر رحمت فرماتے ہیں اور کینہ (عداوت) رکھنے والوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اسکو بیہقی نے علاء بن حارث کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ سے روایت کر کے کہا ہے کہ یہ مرسل جید ہے مطلب یہ ہے کہ علاء کا سماع حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں واللہ سبحانہ اعلم۔

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نصف شعبان کی رات آئے تو اس رات میں (نماز و ذکر اللہ کے ساتھ) قیام کرو اور اوس کے دن کا روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات میں غروب شمس ہی کے ساتھ دنیا کے آسمان پر نزول (و تجلی) فرماتے ہیں (یعنی اہل دنیا پر خاص نظر رحمت سے توجہ فرماتے ہیں) اور یوں ارشاد فرماتے ہیں کیا کوئی مغفرت چاہنے والا نہیں ہے جسکی میں مغفرت کردوں کیا کوئی روزی مانگنے والا نہیں ہے جسکو میں روزی دوں کیا کوئی بیمار (مصیبت زدہ) نہیں ہے جسکو میں عافیت دوں کیا کوئی ایسا نہیں ویسا نہیں طلوع فجر تک (یوں ہی ارشاد فرماتے ہیں) اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ف - یہ تجلی اور راتوں میں تو تہائی رات باقی رہجانے پر ہوتی ہے اور شب برات اور شب قدر میں غروب شمس ہی سے شروع ہو جاتی ہے۔ پس ان راتوں میں خاص طور سے عبادت زیادہ کرنا چاہیئے۔ افسوس آجکل بعض لوگوں نے شعبان کی پندرہویں رات میں بجائے عبادت و ذکر اللہ کے لہو و لعب اور آتشبازی کا مشغلہ اختیار کرلیا ہے

ع؎ یقال خاس بہ اذا غدرہ ولم یوف حقہ ومعنی الحدیث اظننت انی غدرت بک وذہبت فی لیلتک الی غیرک وھو بالخاء المعجمۃ والسین المہملۃ ۱۲ مؤلف

یہ کیسی شریعت کی صریح مخالفت ہے کہ ایسی متبرک رات کو گناہوں میں برباد کیا جائے ۱۲ مترجم

ہر مہینہ میں تین دن کے خصوصاً ایام بیض کے روزونکی ترغیب

(۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے حبیب (سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے ایک ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا دوسرے چاشت کی دو رکعت پڑھنا تیسرے یہ کہ سونے سے پہلے وتر سے فارغ ہو لیا کروں۔ اسکو بخاری و مسلم و نسائی نے روایت کیا ہے۔

(۲) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے جب تک میری زندگی ہے ان کو ہرگز نہ چھوڑوں گا ایک ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھنا دوسرے چاشت کی نماز۔ تیسرے یہ کہ بدون وتر پڑھے نہ سوؤں اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ف۔ ان حدیثوں میں سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی تاکید ہے احقر کے نزدیک اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جس کے ساتھ تین رکعتیں وتر کی بھی ہوں۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ احادیث میں وتر کا اطلاق تہجد پر بھی آتا ہے جبکہ اس کے ساتھ وتر کی رکعات بھی ہوں چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی وتر کی گیارہ رکعات پڑھتے کبھی نو رکعات پڑھتے کبھی سات رکعات اور کبھی پانچ رکعات پڑھتے تھے علماء نے کہا ہے کہ یہاں وتر سے مراد تہجد کی نماز وتر کے ساتھ ہے۔ اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے اخیر شب میں وتر پڑھنے کو افضل فرمایا ہے جبکہ بیدار ہونیکا وثوق ہو۔ پس حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوالدرداء کو جو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا امر ہوا اسکی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مشاغل کیوجہ سے معلوم تھا کہ انکو

رات کا اُٹھنا اور بیدار ہونا ہی دشوار ہوگا اسلئے انکو یہ وصیت فرمائی کہ سونے سے پہلے تہجد و وتر سے فارغ ہو لیا کریں اور یہی ہمارے بعض مشائخ کا معمول ہے کہ جو سالک رات کو اٹھکر تہجد نہ پڑھ سکے اُسکو عشا کے بعد تہجد و وتر سے فارغ ہو جانیکا امر فرمایا کرتے ہیں ۱۲ مترجم

(۳) حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنا پورے سال کو روزہ رکھنا ہے (یعنی اس سے سال بھر کے روزوں کا ثواب مل جائے گا) اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے ✤

(۴) عبداللہ بن عمروؓ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ نوح علیہ السّلام سال بھر روزہ رکھتے تھے صرف (دو دن) عید الفطر اور عید الضحیٰ میں روزہ نہ رکھتے تھے اور داؤد علیہ السلام نصف سال کو روزہ رکھتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے انہوں نے سال بھر کو روزہ بھی رکھ لیا اور سال بھر افطار بھی کر لیا اسکو طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے (سنن میں) روایت کیا ہے اور دونوں کی سند میں (ایک راوی) ابو فراس ہے جس کے متعلق مجھے کچھ جرح یا تعدیل معلوم نہیں اور میرے نزدیک یہ راوی معروف بھی نہیں واللہ اعلم

(۵) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ میں تین دن روزہ رکھنا اور ہر رمضان کا روزہ رکھنا یہ پورے سال بھر کا روزہ ہے اسکو مسلم و ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا ہے ✤

(۶) قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا سال بھر کا روزہ بھی ہے اور افطار بھی ہے اسکو امام احمد نے سند صحیح سے اور بزار و طبرانی اور ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے ✤

(۷) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے

۷۱

لہ قال المنذری شہر الصبر ہو رمضان ۱۲ منہ

روزہ اور ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا دل کے کھوٹ[1] اور وساوس کو دور کر دیتا ہے اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اُس کے سب راوی صحیح کے راوی ہیں اور احمد وابن حبان نے صحیح میں اور بیہقی نے اِن سب سے ایک اعرابی کی حدیث سے روایت کیا ہے جس کا نام نہیں بیان کیا اور بزار نے اسکو حضرت علی کے واسطہ سے بھی روایت کیا ہے **ف** جن لوگوں کو صفائے قلب اور رفع وساوس کی طلب ہو انکو اس حدیث پر عمل کرنا چاہیئے مترجم

(۸) میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کے متعلق دریافت کیا حضور نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے وہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرے کیونکہ ہر دن (کا روزہ) دس گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور گناہوں سے ایسا پاک کردے گا جیسے پانی کپڑے کو صاف کر دیتا ہے اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے ؛؛

(۹) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر مہینہ میں تین روزے رکھے تو اُسنے سال بھر روزہ رکھا اللہ تعالیٰ نے اسکی تصدیق میں قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی من جآء بالحسنة فله عشر امثالها (جو شخص ایک نیکی کرے اُسکو دس گنا ثواب ملے گا) پس ہر دن دس دن کے برابر ہے اسکو امام احمد و ترمذی نے روایت کیا ہے اور الفاظ ترمذی کے ہیں اور اُنہوں نے اسکو حدیث حسن کہا ہے۔ اور نسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ نے بھی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس نے ہر مہینہ میں تین روزے رکھے اُس نے پورے مہینے کے روزے رکھے یا یہ کہ اُسکو پورے مہینہ کے روزہ کا ثواب ملیگا ؛؛

(۱۰) عمرو بن شرحبیل ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے متعلق عرض کیا گیا کہ وہ سال بھر روزہ ہی رکھتا ہے حضور نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ شخص زمانہ بھر

[1] قال وحر الصدر هو بفتح الواو والحاء المهملة بعدهما راء هو غشه وحقده ووساوسه ۱۲ منہ

کچھ نہ کہائے[5] (اور بھوکا مر جائے) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سال کی ایک تہائی کا روزہ رکہا جائے فرمایا بہت ہے عرض کیا پہر آدہے سال کا روزہ رکہا جائے فرمایا یہ بہی بہت ہے پہر حضور نے (خود) فرمایا کہ میں تمکو ایسی بات نہ بتلادوں جو دل کی کدورت (اور کہوٹ) کو دور کردے ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکہنا (دل کے کہوٹ کو دور کردیتا ہے) اسکو نسائی نے روایت کیا ہے ؛

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا مجہے معلوم ہوا ہے کہ تم ہر دن میں روزہ رکہتے ہو اور رات بہر عبادت میں رہتے ہو ایسا نہ کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بہی تمپر ایک حق ہے تمہاری آنکہہ کا بہی تم پر ایک حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بہی تم پر ایک حق ہے۔ پس روزہ بہی رکہو اور افطار بہی کرو ہر مہینہ میں تین روزے رکہہ لیا کرو یہہ سال بہر ہی کا روزہ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجہہ میں (اس سے زیادہ کی) قوت ہے فرمایا تو پہر داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکہہ لیا کرو کہ ایک دن روزہ رکہو ایک دن افطار کرو (یہہ حدیث بیان کرکے) عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تہے کہ کاش میں رخصت ہی کو قبول کر لیتا (یعنی حضور نے جو آسان صورت بتلائی تہی اُسی کو لے لیتا) اسکو مسلم (اور بخاری و نسائی نے روایت کیا ہے۔ نسائی کے الفاظ یہہ ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا دس دن میں ایک روزہ رکہہ لیا کرو تم کو باقی نو دنوں کا بہی ثواب ملیگا میں نے عرض کیا کہ مجہہ میں اس سے زیادہ کی قوت ہے فرمایا کہ نو دن میں ایک روزہ رکہہ لیا کرو تمکو بقیہ آٹہہ دن کا بہی ثواب ملیگا میں نے

۷۳

[5] اس جملہ میں حضور نے اس شخص کے عمل سے کراہت ظاہر فرمائی ہے اور سال بہر کر روزہ رکہنا اگر اس طرح ہو کہ ایام عید بن اور ایام تشریق کا بہی روزہ رکہے تو بالکل حرام ہے اور اگر ان ایام کا روزہ نہ رکہے تو سال بہر روزہ رکہنا جائز ہے بشرطیکہ اہل و عیال کی حق تلفی نہ ہو اور عبادات وغیرہ میں کوتاہی نہو اور نیت ریا کی نہو ممکن ہے کہ اس شخص نے یا تو ایام تشریق وغیرہ کا بہی روزہ رکہا ہو یا اس کے سال بہر روزہ رکہنے سے اہل و عیال وغیرہ کی حق تلفی ہوتی ہو اسلیے حضور نے اس کے فعل سے کراہت ظاہر فرمائی ۱۲ مترجم

عرض کیا کہ مجھ میں اس سے زیادہ قوت ہے فرمایا اچھا تم آٹھ دن میں ایک روزہ رکھ لیا کرو تم کو بقیہ سات دنوں کا بھی ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اِس سے زیادہ کی قوت ہے عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی فرماتے رہے یہاں تک کہ (اخیر میں) فرمایا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور ایک دن افطار کیا کرو۔ اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم داؤد علیہ السّلام کی طرح روزہ رکھا کرو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ کا افضل طریقہ ہے وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عبد اللہ بن عمرو نے اِس کے بعد بھی یہ کہا کہ یارسول اللہ مجھے اس سے (یعنے صوم داؤد سے) بھی افضل کی طاقت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی صورت نہیں۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں کہ عبداللہ بن عمرو نے (یہ واقعہ بیان کرکے) فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے ارشاد کے موافق مہینہ بھر میں تین روزے مان لیتا تو (اسوقت) مجھے اپنے سارے گھر بار اور مال و متاع سے زیادہ محبوب ہے مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ روزے رکھے اُس نے روزہ نہیں رکھا لیکن میں تمکو سال بھر (کے) روزہ کا طریقہ بتلاتا ہوں ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو۔ ۴۷

ف۔ اِس مقام پر ایک سوال ہوتا ہے وہ یہ کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تو مہینہ میں تین روزے ہی رکھنے کو فرمایا تھا اسکے بعد جتنے ارشادات ہُوئے اُن کے طلب کے بعد ہُوئے۔ اور یقیناً یہ ارشادات بطریق وجوب کے نہ تھے بلکہ بطریق استحباب کے تھے۔ پھر انکو پہلے ارشاد پر عمل کرنے سے کیا مانع تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو یہ ارشادات بطریق استحباب کے تھے مگر جب عبداللہ بن عمرو نے خود اپنی درخواست سے افضل طریقہ کو اختیار کرنا چاہا اور اپنی قوت و بلند ہمتی کو ظاہر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طلب پر افضل طریقہ بتلادیا اور اُنہوں نے اِس کے لیے آمادگی ظاہر کی تو یہ ایک قسم کا معاہدہ حضور کے

ساتھ ہوا۔ اور معاہدہ کے خلاف کرنا باطن کو مضر ہوتا ہے گو معاہدہ امر مستحب ہی کا ہو اسی لئے
مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنے ذمہ معمول اتنا ہی لازم کرے جس کا نباہ ہو سکے
اگر کسیوقت زیادہ کو جی چاہے تو بغیر التزام کے زیادہ عمل کرلے مگر ہمت سے زیادہ کو
معمول نہ بنائے کیونکہ کسی مقدار کو معمول بناکر پھر اس سے کم کرنا بے برکتی کا سبب ہے
نیز اسمیں شیخ سے معاہدہ کرکے خلاف کرنا ہے اور شیخ سے معاہدہ کرکے خلاف کرنا باطن کو
مضر ہوتا ہے۔ اس لئے عبداللہ بن عمرو نے ساری عمر صوم داؤد پر نباہ کیا۔ تاکہ حضور سے
جو معاہدہ کیا تھا اُسکی خلاف ورزی نہ ہو مگر چونکہ بڑھاپے میں اسپر نباہ دشوار معلوم
ہوا اور اس معمول کے فوت ہونیکا اندیشہ ہوا۔ اس لئے تمنا کرتے تھے کہ میں حضور کے
پہلے ارشاد کو مان لیتا تو اچھا تھا کیونکہ اسپر نباہ دشوار نہ تھا۔ اور یہاں سے معلوم
ہوا کہ شیخ اپنی طرف سے مرید کو معمول ایسا ہی بتائے جسپر مداومت دشوار نہ ہو۔ اس کے بعد
اگر طالب زیادہ کی خواہش ظاہر کرے اور اوسکی طلب صادق ہو تو بتدریج زیادتی کرتا جائے

ف۔ اس حدیث میں جو حضور کا یہ ارشاد ہے کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اُس نے روزہ ۷۵
نہیں رکھا اِس کا مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوچکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سال بھر
روزہ رکھنا پسند نہ تھا جبکہ اِس سے حقوق کی حق تلفی ہوتی ہو یا دوسری عبادات
میں کوتاہی ہوتی ہو یا دماغ و بدن پر غلبۂ ضعف کا اندیشہ ہو اور غالب حالت یہی ہے
کہ سال بھر روزہ رکھنا ان امور سے خالی نہیں ہوتا البتہ اگر کسی کو ان عوارض سے اطمینان
ہو تو اُسکو سال بھر روزہ رکھنا جائز ہے۔ جسکی دلیل وہ حدیث ہے جسمیں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نوح علیہ السّلام ہمیشہ سال بھر روزہ رکھتے تھے بجز اُن دنوں
کے جن میں روزہ کی ممانعت تھی (یعنی عیدین وغیرہ) پس اگر ہمیشہ روزہ رکھنا
مطلق ممنوع ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوح علیہ السلام کے اِس فعل کو بدون
انکار کے بیان نہ فرماتے۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے ہمیشہ سال بھر روزہ رکھا ہے
بجز ایام محرمہ کے اور علماء نے اُن کے اِس فعل کو محامد میں نقل کیا
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم مہینہ میں تین روزے رکھو تو تیرہ اور چودہ اور پندرہ تاریخوں میں رکھا کرو۔ اسکو احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسکو حدیث حسن کہا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسکی تصدیق قرآن میں اسطرح نازل فرمائی من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (جو ایک نیکی کرے گا اُسکو دس نیکیوں کا ثواب ملیگا) پس ایک دن (کا روزہ) دس دنوں کے برابر ہے۔

(۱۳) عبداللہ بن قدامہ بن ملحان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو چاندنی راتوں کے دنوں میں روزہ رکھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے یعنی تیرہ اور چودہ اور پندرہ تاریخوں کا اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ (ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لینا) یہ سال بھر کے روزہ کے برابر ہے اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نسائی نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ان تین دنوں کے روزہ) کا امر فرمایا کرتے تھے یعنی ایام بیض کا اور فرماتے تھے کہ یہ (تین روزے) پورے مہینہ کے روزوں کے برابر ہیں۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ نسائی کی سند (میں راوی کا نام) عبدالملک بن قدامہ آیا ہے مگر صحیح عبدالملک بن قتادہ ہے جیسا کہ ابوداؤد ابن ماجہ (کی ایک سند) میں عبدالملک بن منہال عن ابیہ بھی آیا ہے **ف** حدیث کے متن یا سند میں اختلاف واقع ہونیسے حدیث مضطرب ہو جاتی ہے جو ضعیف کے اقسام میں سے ایک قسم ہے البتہ اگر کسی ایک شق کو ترجیح ہو جائے تو اضطراب رفع ہو جاتا ہے اور راجح صحیح اور مرجوح ضعیف قرار پاتا ہے پس عبداللہ بن قدامہ کی حدیث میں بھی حافظ منذری نے اضطراب سند کو ترجیح سے رفع کرنا چاہا ہے۔ اور بعض محدثین کے نزدیک راوی کے نام میں اختلاف کچھ مضر نہیں اس سے اُن کے نزدیک سند میں اضطراب پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ سند میں اضطراب اُس وقت پیدا ہوگا جب راوی اور مروی عنہ مختلف ہو جائیں۔ ۱۲۔ مترجم۔

(باقی آئندہ)

جہد بنماید ازین سو بہر پند — چون نشد گوید خدایا در مبند

رحمتِ جزوی بکُل پیوستہ شد — رحمت کُل را تو ہادی بین بود

تاکہ جزوست او نداند راہ بحر — ہر غدیرے را کند اشباہ بحر

چون نداند راہ یم رہ کے برد — سوئے دریا خلق را چون آورد

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او — رہ برد تا بحر ہمچون سیل جُو

ور کند دعویٰ بہ تقلیدے بود — نز عیان و وحے و تائیدے بود

۳۲۹

گفت پس چون رحم داری بر ہمہ — ہمچو چوپانے بگرد این رمہ

چون نداری نوحۂ فرزند خویش — چونکہ فصّاد اجل زد شان بہ نیش

چون گواہ رحم اشک دیدہاست — دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست

شیخ دانا زین عتابش گرم شد — در سخن یکبارہ بے آزرم شد

رو بزن کرد و بگفتش کاے عجوز — خود نباشد فصل دے ہمچون تموز

جملہ گر مردند ایشان ور حی اند	غایب و پنہان ز چشم دل کے اند
من چو بینم شان معین پیش خویش	از چہ رو رو را کنم ہمچون توریش
گرچہ بیرون اند از دور زمان	با من اند و گرد من بازی کنان
گریہ از ہجران بود یا از فراق	با عزیزانم وصال ست و عناق
خلق اندر خواب مے بینندشان	من بہ بیداری ہمی بینم عیان

۲۲۳ شیخ نے فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ مجھے محبت نہیں اور میرے دلمیں شفقت نہیں کیونکہ ہماری شفقت کی تو یہ حالت ہے کہ ہم کو کفار پر بہی رحمت ہے اگرچہ وہ لوگ ناشکر ہیں اور ہماری رحمت و عنایت تو کتوں پر بہی ہے اور ہم کو افسوس ہوتا ہے کہ یہ کمبخت پتھروں سے کیوں مار کہاتے ہیں چنانچہ جب کوئی کتا کسیکے کاٹتا ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو اسکی یہ بُری خصلت چھڑا دے اور کتونکو اس خیال میں مشغول رکہہ کہ وہ کسیکو نہ کاٹیں اور لوگونکی اینٹیں نہ کہائیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے اولیاء اللہ کو زمین پر اسی لیے پیدا کیا ہے کہ اونکو تمام عالم کے لیے یوں رحمت بنادے کہ وہ مخلوق کو حق سبحانہ کی طرف دعوت دیں اور حق سبحانہ سے دعا کریں کہ اے اللہ انکو ذمایم سے پوری رہائی عطا فرما۔ اور وہ اسطرف نصیحت کیلئے پوری کوشش کریں جب آدہر نصیحت کارگر نہو تو کہیں کہ اے اللہ تو رحمت کا دروازہ مت بند کر۔ اور تو اپنی رحمت سے اونکو اس بلا سے نجات دے۔ اور اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ ہادی حقیقی تو رحمت کاملہ و تامہ حق سبحانہ ہے مگر اہل اللہ کی رحمت ناقصہ اوس کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اسمیں فنا ہوگئی ہے اسلئے اسپر وہی آثار مرتب ہوتے ہیں جو رحمت حق سبحانہ پر

ہوتے ہیں اور رحمت حق سبحانہ عام ہے اسلئے اہل اللہ کی شفقت بہی عام ہے اور جب تک کہ رحمت ناقص رہتی ہے اوسوقت تک اوسے اوس بحر رحمت کا راستہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔ جو تالاب اور رحمت ناقصہ کو اپنے میں جذب کر کے مشابہ سمندر بن سکتی ہے۔ اور جبکہ وہ اوس دریا کا راستہ ہی نہیں جانتی تو خود اوس تک پہونچ کیسے سکتی ہے اور مخلوق کو اوس سمندر تک پہنچا کیسے سکتی ہے۔ ہاں اگر اوسکو سمندر کے ساتہہ اتصال ہو جاوے اُس وقت وہ سمندر میں ندی نالوں کی طرح ملکر اوس میں جذب ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہہ بات نہیں حاصل ہوئی اور اوپر بہی آدمی لمبے چوڑے دعوے کرے تو وہ دعاوی تقلیدی اور سنے سُنائے ہیں۔ مشاہدہ اور الہام اور تائید حق سبحانہ کے سبب نہیں ہیں خیر یہ گفتگوے استطرادی تو ختم ہوئی۔ اب سُنو کہ اون کے گہر کے لوگوں نے کہا کہ جب آپ سب پر رحم کرتے ہیں اور سب کی آپ یوں ہی حفاظت کرتے ہیں جس طرح کہ چرواہا بکریوں کی تو پہر یہ کیا بات ہے کہ آپ کو اپنے بچوں پر رونا نہیں آتا۔ جبکہ فصاد اجل نے اون کے نشتر مار کر اون کو ہلاک کر دیا۔ نیز جب کہ رحم دل کے گواہ آنکہوں کے آنسو ہیں تو پہر آپکی آنکہوں میں آنسو اور تری کیوں نہیں۔ شیخ دانا کو اس ملامت سے جوش آگیا اور عورت کی طرف متوجہہ ہوکر تیز لہجہ میں یوں خطاب فرمایا کہ بڑی بی بات یہ ہے کہ بہار و خزاں جاڑا۔ اور گرمی یکساں نہیں ہوتے۔ اسی طرح عوام و خواص بہی یکساں نہیں۔ میرے سب بچے خواہ مردہ ہوں یا زندہ میرے چشم قلب کے سامنے ہیں اور مخفی و غائب نہیں جب میں اونکو اپنے سامنے متشخص دیکہہ رہا ہوں تو میں آپکی طرح اپنا منہ کیوں نوچوں۔ گو وہ زمانہ سے باہر ہیں مگر میرے پاس ہیں اور میرے گرد کہیلتے ہیں آپ غور کریں کہ رونے کا سبب یا محبوب کا محب کو چہوڑ دینا ہوتا ہے یا اوسکا دور ہونا۔ اور مجہے اپنے پیاروں سے اتصال اور قرب ہے۔ تو پہر میں کیوں روؤں لوگ تو اون کو خواب میں دیکہتے ہیں اور میں بیداری میں دیکہہ رہا ہوں۔ آگے اوسکا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں اور کہتے ہیں ❊

۲۲۳۱

شیخ کا لڑکوں کے مرجانے پر نہ رونے کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق — کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق

یعنی شیخ نے اوس (بیوی) سے کہا کہ اے رفیق تو یہ مت سمجھہ کہ میں رحم اور محبت اور شفیق دل نہیں رکہتا ؛

۲۳۲ **بر ہمہ کفار ما را رحمت است — گرچہ جان جملہ کافر نعمت است**

یعنی ہمکو تو تمام کفار پر بہی رحم ہے اگرچہ تمام کفار کی جان نعمت ہی مطلب یہہ کہ بہلا ہمکو اپنے لوگوں پر تو رحم کیوں نہ ہوگا۔ ہم کو تو کفار پر بہی رحم آتا ہے کہ افسوس یہ راہ حق کو دیکہتے نہیں حالانکہ وہ سارے کفران نعمت حق کرتے ہیں مگر ہم کو اونپر بہی رحم آتا ہے آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار تو پہر بہی انسان ہیں اونمیں تو یہ اشتراک بہی ہے مگر ہماری تو یہ حالت ہے کہ :۔

بر سگانم رحمت و بخشایش است — کہ چرا از سنگہا شان مالش است

یعنی مجہے تو کتوں پر بہی رحم اور بخشایش ہے کہ انکو کیوں پتہروں سے مالش ہے مطلب کہ اونپر بہی رحم آتا ہے کہ کیوں بہو نکتے ہیں جو اسکی وجہ سے ان کے پتہر لگتے ہیں۔ آگے اس معنی کی خود ہی تصریح فرماتے ہیں کہ۔

(باقی آئندہ)

وعدم الشهرة والاشارة
الى الرجل بالاصابع خير
من ضده واسلم فى الدنيا
والدين والقليل من المال
الذى لا يشغل عن الآخرة
خير من الكثير الذى يلهى
عنها **ف** وهذا اصل لمن
يرجح الخفى من الذكر والقول
الفصل انه افضل فى نفسه
وفضل الجهر لمصلحة لا تحصل
بالخفى اولغلبة الحال وانظر
الى مام قريبا من حديث اكثروا ذكر الله
حتى يقولوا مجنون وما كتبت عليه۔

الحديث دارهم
مادمت فى دارهم
ما علمته ولكن جاء فى
الزوجة فدارها تعش بها
اخرجه ابن حبان
فى صحيحه عن سمرة
ف قلت لما ورد
الامر بالمداراة للزوجة

اور شہرت اور انگشت نمائی نہ ہونا اسکی ضد سے
بہتر ہے اور دنیا اور دین میں اسلم ہے۔ اور
(اسیطرح) مال قلیل جو آخرت سے غافل نکرے
اوس کثیر سے بہتر ہے جو اوس سے غافل کرے
ف اور یہ حدیث اصل ہے اون لوگوں کی
جو ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہیں اور اسمیں قول
فیصل یہ ہے کہ فی نفسہ تو یہی افضل ہے اور جہر
کی فضیلت ایسے مصالح سے ہے جو خفی سے
حاصل نہیں ہوتیں یا ذوق وشوق کے غلبہ سے
(بلا قصد) جہر ہوجاوے اور اوس حدیث کو
مع میرے لکھے ہوئے مضمون کے دیکھ لو جو قریب
ہی گذری ہے یعنی اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون

حدیث۔ لوگوں کی مداراۃ کرو جب تک
تم اون کے گھر میں ہو۔ مجکو یہ حدیث معلوم نہیں
ہوئی لیکن زوجہ کے باب میں یہ حدیث
آئی ہے کہ اسکی مداراۃ کرو تو اس کے ساتھہ
بسر کرسکتے ہو (اور زیادہ کاوش کرنے سے
بوجہہ اوس کے ضعف عقل کے یا شقاق
ہوگا یا افتراق) روایت کیا اوسکو ابن حبان
نے اپنی صحیح میں سمرہ سے **ف** میں کہتا
ہوں کہ جب (اس حدیث میں) زوجہ کی

85

لضعف عقلها والاحتياج الى معاشرها فمن كان حاله مثل حال الزوجة فى ضعف العقل والاحتياج اليه تعدى الحكم اليه فثبت معنى دارهم مادمت فى دارهم وهو ماخذ لقول الرومى ؎

لاتخالفهم حبيبى دارهم
يا غريبا نازلا فى دارهم

وهذا هو ديدن الحكماء من اهل الله۔

الحديث الدال على الخير كفاعله العسكرى وابن جميع و من طريقه المنذرى من حديث طلحة بن عمرو عن عطاء عن ابن عباس مرفوعا فى حديث

مداراۃ کا حکم وارد ہوا ہے اس وجہ سے کہ اسکی عقل ضعیف ہے اور اس کے ساتھ گذر کرنے کی تمکو حاجت ہے تو جس شخص کی حالت ضعیف عقل اور اوس سے حاجت واقع ہونے میں زوجہ کی سی حالت ہو (اشتراک علت سے) یہ حکم اوسکی طرف بھی متعدی ہو جاوے گا پس یہ حدیث معنیً ثابت ہوگئی اور یہی حدیث مولانا رومی کے اس شعر کا ماخذ ہے ؎

لاتخالفهم حبيبى دارهم
يا غريبا نازلا فى دارهم

اور یہی طریقہ ہے حکماء اہل اللہ کا (کہ بد عقلوں کی مداراۃ کرتے ہیں جسمیں بڑی حکمت اپنے قلب کو تشویش سے محفوظ رکھنا ہے جسکی صاحب طریق کو سخت حاجت ہے)۔

حدیث کسی اچھی بات کا بتلانے والا ایسا ہی ہے جیسا اوس کا کرنے والا (یعنی ثواب میں) روایت کیا اسکو عسکری نے اور ابن جمیع نے اور اس کے طریق سے منذری نے طلحہ بن عمرو کی روایت سے وہ عطا سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن عباس سے مرفوعاً ایک حدیث میں جسکے

۸۶

لفظه کل معروف صدقة والدال علی الخیر کفاعله والله یحب اغاثة اللهفان واخرجه مسلم بمعناه عن ابی مسعود (فی حدیث طویل) قال صلی الله علیه وسلم من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله **ف** ودخل فی ذلك دلالة الطالب علی الشیخ الکامل بل هو اصل کل خیر۔

الحدیث الدنیا مزرعة الآخرة لم اقف علیه **ف** قلت ولکن معناه فی القرآن فی قوله تعالیٰ وابتغ فیما اتاك الله الدار الآخرة ولا تنس نصیبك من الدنیا الآیة

الفاظ یہ ہیں ہر نیک کام صدقہ ہے۔ اور اچھی بات بتلانے والا ایسا ہی ہے جیسا اوس کا کرنیوالا اور اللہ تعالیٰ پریشان آدمی کی مدد کرنے کو محبوب رکھتا ہے اور روایت کیا اِس کے مضمون کو مسلم نے ابو مسعود سے (ایک طویل حدیث میں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی اچھی بات بتلادے اس کو کرنے والے ہی کی برابر اجر ملے گا۔ **ف** اسمیں یہ بھی داخل ہو گیا کہ کسی طالب کو کسی شیخ کامل کا پتہ بتلا دے بلکہ یہ تو سب اچھی باتوں کی اصل ہے (کیونکہ شیخ کامل ہی کی بدولت سب اچھی باتیں معلوم ہوتی ہیں)

حدیث۔ دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ ہے میں اسپر آگاہ نہیں ہوا۔ **ف**۔ میں کہتا ہوں لیکن اسکا مضمون قرآن مجید میں موجود ہے اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تجکو (دنیا میں) جو دے رکھا ہے تو اسمیں آخرت کی بھی جستجو کرا ور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لیجانا) فراموش مت کر۔

ف دلالت الطالب علی الشیخ الکامل ۸۷ عدم ثبوت الدنیا مزرعۃ الآخرۃ مع صحتہ معنًا

الحدیث حدیث رد الشمس علی علی قال احمد لا اصل له وتبعه ابن الجوزی فاورده فی الموضوعات ولکن قد صححه الطحاوی وصاحب الشفاء واخرجه ابن منده وابن شاهین من حدیث اسماء ابنة عمیس **قلت** قال السیوطی فی التعقبات علی الموضوعات باب المناقب (فی رواة حدیث اسماء بنت عمیس فی رد الشمس) فضیل ثقة صدوق احتج به مسلم والاربعة وابن شریک وثقه غیر ابی حاتم وروی عنه البخاری فی الادب وابن عقدة من کبار الحفاظ وثقه الناس اھ مختصراً

ردالشمس لا اصل له وصححها المتقدمین

۸۸

حدیث حضرت علی کے لیئے (جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول ہونے کے سبب عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے) آفتاب کا واپس ہو جانا (جس سے وہ وقت میں نماز پڑھ سکے) احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اسکی کچھ اصل نہیں اور ابن الجوزی نے اونکی موافقت کی اور اسکو موضوعات میں لائے ہیں لیکن طحاوی اور صاحب شفاء نے اسکی تصحیح کی ہے اور ابن مندہ اور ابن شاہین نے اسماء بنت عمیس کی روایت سے اسکی تخریج کی ہے میں کہتا ہوں سیوطی نے تعقبات علی الموضوعات کے باب المناقب میں (اسماء کی اس حدیث کی اون راویوں کے بارہ میں جن کے سبب حدیث مجروح کی گئی ہے) کہا ہے کہ فضیل ثقہ راستباز ہے اوس سے مسلم اور اصحاب سنن اربعہ نے احتجاج کیا ہے اور ابن شریک کی توثیق بجز ابو حاتم کے اوروں نے کی ہے اور اس سے بخاری نے ادب میں روایت کی ہے اور ابن عقدہ اکابر حفاظ سے ہے اوسکی لوگوں نے توثیق کی ہے اھ مختصراً

(باقی آیندہ)

مسبب بھی ایک جیسے بیت اللہ حج کے لیے اور یہ دونوں امر مدرک بالعقل ہیں اور تیسری صورت
یہ کہ سبب ایک بار پایا گیا اور مسبب بار بار پایا جاوے جیسے مشرکین کو قوت دکھلانے کے لئے
رمل کیا گیا تھا پھر ارادۂ قوت تو نہ رہی مگر رمل رہ گیا اور یہ امر مدرک بالعقل نہیں اسلیئے اس میں بجز
وحی کے کوئی سبیل نہیں جب یہ قاعدہ ممہد ہو گیا اب ہم پوچھتے ہیں کہ عید میلاد کا سبب کیا
ہے ظاہر ہے کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ ہونا اب دیکھیے
کہ وہ تاریخ واحد ہے جو منقضی ہو گئی یا متجدد ہے ظاہر ہے کہ وہ منقضی ہو چکی دوسری تاریخ
اس کا عین نہیں صرف مثل ہے اور مثل کا مدار حکم ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں پس اس حالت
میں عید کا متجدد ہونا امر غیر مدرک بالعقل ہوگا اس لئے محتاج وحی ہوگا قیاس اس میں
حجت نہ ہوگا اور وحی ہے نہیں اس لئے اسکو زیادت علی الشرع کہیں گے اور اس سے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ذلک الیوم الذی ولدت فیہ پر شبہ نہ کیا جاوے
کہ وہ یوم تو منقضی ہو گیا تھا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ہم کہہ چکے ہیں کہ وحی کی ضرورت ہے
اور آپکے پاس اس حکم پر وحی تھی اور جس طرح یہ ہمارے پاس دلیل عقلی ہے اسی طرح ان کے
پاس بھی ایک دلیل عقلی ہے وہ یہ کہ اس میں مقابلہ ہے اہل کتاب کا کہ وہ ولادت
مسیح علیہ السلام کے دن اظہار شوکت کرتے ہیں پس ہم ولادت نبویہ کے روز کرتے ہیں
اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ ہمارے لئے اظہار شوکت کا دن شارع علیہ السلام
مقرر فرما چکے ہیں عید بقر عید بلکہ ہر جمعہ پھر اس اختراع کی کون حاجت رہی دوسری
اگر یہی بات ہے کہ ان کے ہر عمل کے مقابلہ میں ایک ایسا ہی عمل ہو تو چاہئے کہ اہل سنت
محرم کی دسویں بھی کیا کریں تا کہ اہل تشیع کے مقابلہ میں اظہار شوکت اہل حق ہو اور
نیز عوام ان کی دسویں میں جانے سے بچیں اور اگر اس کا کوئی التزام کرے تو اسکے
جواب کے لیئے ایک حکایت نقل کرتا ہوں کہ جونپور میں ایک صاحب ہر مہینہ کی دسویں
کو مجلس کیا کرتے تھے اور ایسی ہی مصلحت بیان کرتے تھے ایک محقق عالم نے ان سے کہا
کہ اگر ایسی ہی مصلحت ہے تو ہنود کے ہولی دوالی ہوتی ہے تو چاہیئے مسلمان بھی ایک
ہولی دوالی کیا کریں اسی راز کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مقابلہ پر انکار صریح

۱۳

فرمایا ہے جبکہ صحابہ نے عرض کیا کہ اجعل لنا ذات انواط کما لھم ذات انواط تو آپ نے فرمایا یہ تو ایسی ہی بات ہوگی جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ اور جاننا چاہیئے کہ بعض مقامات پر ایک مجلس رجبی کے نام سے تخصیص تاریخ ۲۷۔ رجب نہایت اہتمام سے منعقد ہوتی ہے دلائل مذکورہ منع کے اور جوابات شبہات جواز اس میں بھی اکثر جاری ہیں۔ پس اس کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ بھی داخل بدعت ہے۔

کتبہ لیلۃ الاثنین ثانی من ربیع الاول تاریخ المولد الشریف عند کثیر من العلماء سنہ ۱۳۳۳ھ ہجری نبوی صلعم۔

ثم بعد ھذا التحریر ذکر ھذا المضمون تقریرا یوم الجمعۃ ثانی عشر من الشھر المذکور تاریخ المولد الشریف علی القول المشھور لھم من السنۃ المذکورۃ۔

مضمون ثالث

والتفصیل فی المسئلۃ ان التوسل بالمخلوق لہ تفاسیر ثلثۃ الاول دعاءہ واستغاثتہ کدیدن المشرکین وھو حرام اجماعا اما انہ شرک جلی ام لا فمعیارہ

اور اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ توسل بالمخلوق کی تین تفسیریں ہیں ایک مخلوق سے دعا کرنا اور اس سے التجا کرنا جیسا مشرکین کا طریقہ ہے اور یہ بالاجماع حرام ہے باقی یہ کہ یہ شرک جلی بھی ہے یا نہیں سو اس کا معیار یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس مخلوق کے

سلہ حاصل اس اعتقاد تاثیر و عدم اعتقاد تاثیر کے معیار فرق کا یہ ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اس کا مقرب ہے کچھ قدرت مستقلہ نفع وضرر کی اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ اس کا اپنے معتقد و مخالف کو نفع وضرر پہونچانا مشیت جزئیہ حق پر موقوف نہیں گو اگر روکنا چاہے پھر قدرت حق ہی غالب ہو جیسے سلاطین اپنے نائبین و حکام کو خاص اختیارات اس طرح دیدیتے ہیں

انہ ان اعتقد استقلالہ بالتاثیر موثر مستقل ہونے کا معتقد ہے تب تو یہ شرک
فھو شرک کفری اعتقادی کما ان الصلوٰۃ کفری ہے جیسا کسی مخلوق کے لیے نماز روزہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ اون کا اجرا اوسوقت سلطان اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا گو روکنا چاہے تو سلطان ہی کا حکم غالب رہیگا۔ سو یہ عقیدہ تو اعتقاد تاثیر ہے اور مشرکین عرب کا اپنے آلہہ باطلہ کیساتھ یہی اعتقاد تھا،، اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرت مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں مگر بعض مخلوق کو قرب وقبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ اپنے متوسلین کیلئے سفارش کرتے ہیں پہر اوس سفارش کے بعد قبول میں تخلف کبھی نہیں ہوتا اور اوس سفارش کی تحصیل کے لئے اُس کے ساتہ بلاواسطہ یا بواسطہ معاملہ مشابہ عبادت کرتے ہیں یہ عقیدہ اعتقاد تاثیر نہیں ہے لیکن بلا دلیل شرعی بلکہ خلاف دلیل شرعی ایسا عقیدہ رکہنا معصیت اعتقادیہ ہے اور مشابہ عبادت معاملہ کرنا معصیت عملیہ ہے اور اسی مشابہت کے سبب اطلاقات شرعیہ میں اسکو مشرک کہدیا جاتا ہے ہذا ما سنح لی واللہ اعلم،،

تتمیم لزیادۃ التفہیم

تقریر مذکور فارق بین المشرکین جو کہ ماخوذ ہے کلیات شرعیہ سے اپنے دونوں دعووں کے اعتبار سے ایک یہ کہ مشرکین اس تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تہے دوسرے یہ کہ تصرف مقید بالاذن کا قائل ہونا شرک اکبر نہیں تہ زیادت اقناع میں محتاج تہی ادلہ جزئیہ کی جنسے ایک مدت تک باوجود فکر ذہن خالی رہا الحمد للہ کہ پرسوں اور کل میں علی التعاقب تین دلیلیں ذہن اور نظر میں گذریں جن کا مجموعہ دونوں دعووں میں تردد کے لیئے نافی ہے :۔

دلیل اوّل عقلی بر اصول مبرہنین جو اپنی جزئیت کے سبب کلیات سے زیادہ کافی ہو وہ یہ ہے کہ مسئلہ توحید الٰہی واجب عقلی ہے خواہ بدیہی ہو یا نظری یہ دوسری بحث ہے اور کسی حکم کا وجوب عقلی مستلزم ہوتا ہے اوسکی نقیض کے امتناع عقلی کو پس نقیض توحید کا حکم ممتنع ہوگا اور اس نقیض کی دو قسمیں ہیں ایک نفی آلہ کہ کفر ہے دوسری تشریک الہ آخر معہ کہ شرک ہے اور ہر مقسم کا امتناع مستلزم ہوتا ہے اوس کے سب اقسام کے امتناع کو پس شرک کیلئے لازم ہوا کہ وہ کسی امر ممتنع کا اعتقاد ہوگا اور اس امتناع و استحالہ کیطرف نصوص بھی مشیر ہیں :۔

کقولہ تعالیٰ لوکان فیہما الہۃ الا اللہ لفسدتا وقولہ تعالیٰ لوکان معہ

والصوم مما یختص باللہ تعالیٰ للمخلوق شرک	یا ایسی عبادت کرنا جو خاص ہو حق تعالیٰ کے ساتھ
کفری عملاً و معاملۃ لا سجدۃ التحیۃ	عملاً و معاملۃً شرک کفری ہو نہ کہ سجدہ تحیت
وان کانت معصیۃ الا ما کان شعاراً	گو معصیت ہو باستثناء اوس فعل کے جو شعار
للکفر کسجدۃ الصنم وشد الزنار	کفر ہو جیسے سجدہ صنم و شد زنار ورنہ نہیں

(بقیہ حاشیہ صہ گذشتہ) اٰلھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا وقولہ تعالیٰ ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الٰہ اذاً لذھب کل الٰہ بما خلق ولعلی بعضھم علی بعض وقولہ تعالیٰ لو اراد اللہ ان یتخذ ولداً لاصطفی مما یخلق ما یشاء سبحانہ۔ ونحوھا من الاٰیات علی ما فسرت فی بیان القراٰن اور تصرف مقید بالاذن عقلاً ممتنع نہیں پس وہ شرک نہ ہوگا گو کبھی تصرف منفی بالنص کا اعتقاد بوجہ مخالفت نص کے معصیت یا کفر یا بدعت ہو علی اختلاف مراتب النص و مراتب المخالفۃ مگر شرک کسی حال میں نہ ہوگا اور جاہلان عرب کا مشرک ہونا نص سے ثابت ہے پس لامحالہ وہ تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے۔ اس سے بحمد اللہ دونوں دعوے ثابت ہو گئے۔

۱۶ دلیل ثانی نقلی من الاقوال المنقولۃ عن العلماء الربانیین جو بوجہ صراحت موافقت اکابر کے دلیل عقلی سے زیادہ شافی ہے قال القاضی محمد اعلی التھانوی فی کتابہ کشاف اصطلاحات الفنون الشرک علی اربعۃ انحاء الی ان قال منھم من یقول ان اللہ سبحانہ خلق ھذہ الکواکب وفوض تدبیر العالم السفلی الیھا وقال بعد ورقۃ ان القوم یعتقدون ان اللہ فوض تدبیر کل من الاقالیم الی ملک معین وفوض تدبیر کل قسم من اقسام العالم الی روح سماوی بعینہ (ص ۷۱ و ۷۷۳)

وقال ابن القیم فی اغاثۃ اللھفان ما حاصلہ انہ تعالیٰ قال ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء قل اولو کانوا لا یملکون شیئاً ولا یعقلون قل للہ الشفاعۃ جمیعاً لہ ملک السمٰوٰت والارض اخبر ان الشفاعۃ لمن لہ ملک السمٰوٰت والارض وھو اللہ وحدہ فھو الذی یشفع بنفسہ الی نفسہ فیرحم عبدہ فیاذن ھو لمن یشاء ان یشفع فیہ فصارت الشفاعۃ فی الحقیقۃ انما ھی لہ والذی یشفع عندہ انما یشفع باذنہ لہ

والا فلا ومعنی استقلاله ان الله قد فوض الیه الا مور بحیث لا یحتاج فی امضائها الی مشیته الجزئیة وان قدر علی عزله عن هذا التفویض والثانی طلب الدعاء منه وهذا جائز فیمن یمکن طلب الدعاء منه ولم یثبت فی المیت بدلیل فیختص هذا المعنی بالحی والثالث دعاء الله ببرکة هذا المخلوق المقبول وهذا قد جوزه الجمهور۔

(صرف معصیت ہی اور مستقل بالتاثیر ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے یہ کام اوس کے سپرد ایسے طور پر کردیے ہیں کہ وہ اون کے نافذ کرنے میں حق تعالی کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہو گو اللہ تعالی کو یہ قدرت ہے کہ اوسکو اس تفویض (واختیارات) سے معزول کردے اور دوسری تفسیر یہ کہ مخلوق سے دعا کی درخواست کرنا اور یہ ایسے شخص کے حق میں جائز ہے جس سے دعا کی درخواست ممکن ہے اور یہ امکان میت میں کسی دلیل سے ثابت نہیں پس یہ معنی (توسل کے) زندہ کے ساتھ خاص ہوں گے۔ اور تیسری تفسیر یہ کہ اللہ تعالی سے دعا کرنا اوس مقبول مخلوق کی برکت سے اور اسکو جمہور نے جائز رکھا ہے

۱۷

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وامر بعد شفاعته سبحانه تعالی وهی ارادة من نفسه ان یرحم عبده وهذا ضد الشفاعة الشرکیة التی اثبتها هؤلاء المشرکون ومن وافقهم وهی التی ابطلها سبحانه وتعالی فی کتابه بقوله لیس لهم من دونه ولی ولا شفیع فاخبر سبحانه انه لیس للعباد شفیع من دونه بل اذا اراد الله تعالی رحمة عبده اذن هو لمن یشفع فیه یشفاعة باذنه ولیست بشفاعة من دونه والفرق بین الشفیعین کالفرق بین الشریک والعبد المامور الی ان قال فالرب تعالی هو الذی یحرک الشفیع حتی یشفع والشفیع عند المخلوق هو الذی یحرک المشفوع الیه حتی یفعل (ص ۱۱۵ - الی ۱۱۸)

ان اقوال سے دعوی اولی منطوقاً اور دعوی ثانیہ مفہوماً ثابت ہے۔

خطبۃ المصالح العقلیہ

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ احقر مدعا نگار ہے کہ اسمیں تو کوئی شک نہیں کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ فرعیہ کا نصوص شرعیہ ہیں جن کے بعد ان کے امتثال اور قبول کرنے میں انمیں کسی مصلحت وحکمت کے معلوم ہونے کا انتظار کرنا بالیقین حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ بغاوت ہے جس طرح دنیوی سلطنتوں کے قوانین کی وجوہ واسباب اگر کسی کو معلوم نہ ہوں اور وہ اس معلوم نہ ہونے کے سبب ان قوانین کو نہ مانے اور یہ عذر کرے کہ بدون وجہ معلوم کیے ہوے میں اسکو نہیں مان سکتا۔ تو کیا اس کے باغی ہونے میں کوئی عاقل شبہ کرسکتا ہے۔ تو کیا احکام شرعیہ کا مالک ان سلاطین دنیا سے بھی کم ہوگیا۔ غرض اس میں کوئی شک نہ رہا کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ فرعیہ کا نصوص شرعیہ ہیں لیکن اسیطرح اسمیں بھی شبہ نہیں کہ باوجود اس کے پھر بھی ان احکام میں بہت سے مصالح اور اسرار بھی ہیں اور گو مدار ثبوت کا انپر نہ ہو جیسا اوپر مذکور ہوا لیکن اونمیں یہ خاصیت ضرور ہے کہ بعض طبائع کے لیے ان کا معلوم ہوجانا احکام شرعیہ میں مزید اطمینان پیدا ہونے کے لئے ایک درجہ میں معین ضرور ہے۔ گو اہل یقین راسخ کو اسکی ضرورت نہیں لیکن بعض ضعفا کے لیے تسلی وقوت بخش بھی ہے (اور اسوقت ایسی طبائع کی کثرت ہے) اسی راز کے سبب بہت سے اکابر وعلما

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) دلیل ثالث نقلی۔ من آیات رب العالمین جو عالم السرائر والضمائر کی شہادت ہونے کے سبب حجیت میں سب سے زیادہ وافی ہے وھو قولہ تعالیٰ۔ قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا، وقولہ تعالیٰ ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من اذن، وامثالھما من الآیات التی تفوت الحصر۔ وجہ دلالت دعویٰ اولیٰ پر یہ ہوکہ ان نصوص میں ملک تصرفات کی نفی کی گئی ہے اور ملک من حیث الملک کا مقتضا بلکہ حقیقت تصرف غیر مقید بالاذن ہی اور سیاق سے مقصود مزعومات مشرکین کا ابطال ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایسے اختیارات وتصرفات کے قائل تھے جو کہ مقید بالاذن نہوں پس دعویٰ اولیٰ ثابت ہوگیا۔ اور محل ذم کی قیود میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے اس سے دعویٰ ثانیہ پر بھی دلالت ہوگئی والحمد للہ علیٰ اتمام النعم والھام الحکم۔ سلخ ج ۲۔ ۱۳۴۵ھ م ۱۲ منہ

مثل امام غزالی وخطابی وابن عبد السلام وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس قسم کے لطائف ومعانی مذکور بھی پائے جاتے ہیں۔ چونکہ ہمارے زمانہ میں تعلیم جدید کے اثر سے جو آزادی طبائع میں آگئی ہے اس سے بہت سے لوگوں میں ان مصالح کی تحقیق کا شوق اور مذاق پیدا ہوگیا ہے اور گو اس کا اصل علاج تو یہی تھا کہ اُن کو اس سے روکا جاوے (چنانچہ بعض اوقات یہ مذاق مُضر بھی ہوتا ہے) لیکن تجربہ سے اسمیں باستثناء طالبین صادقین کے عام لوگوں کو اس سے روکنے کے مشورہ دینے میں کامیابی متوقع نہیں تھی اس لیے تسہیلاً للطامہ وتیسراً علی العامہ بعض اہلِ علم بھی جستہ جستہ اس میں تحریر وتقریر کرنے لگے ہیں اور اگر ان تقریرات وتحریرات میں حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھی جاتی تو اُن کو کافی سمجھکر کسی نئے مجموعہ کی ضرورت نہ ہوتی مگر علوم حقہ واتباع علوم حقہ کی قلت اور آراء فاسدہ اور اتباع اہواء مختلفہ کی کثرت کے سبب بکثرت اُن میں تجاوز عن الحدود سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی ایک ایسی ہی کتاب جس کو کسی صاحب قلم نے لکھا ہے مگر علم وعمل کی کمی کے سبب تمام تر رطب ویابس وغث وسمین سے پُر ہے ایک دوست کی بھیجی ہوئی میرے پاس دیکھنے کی غرض سے آئی ہوئی رکھی ہے۔ اس کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی کتابوں کا دیکھنا تو عامہ کو مُضر ہے مگر عام مذاق کے بدل جانے کے سبب بدون اس کے کہ اس کا دوسرا بدل لوگوں کو بتلایا جاوے اس کے مطالعہ سے روکنا خارج عن القدرۃ ہے اس لیے اسکی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا مستقل ذخیرہ ان مضامین کا جو ان مفاسد سے مبرّا ہو ایسے لوگوں کے لیے مہیا کیا جاوے تاکہ اگر کسیکو شوق ہو تو اسکو دیکھ لیا کریں کہ اگر موجب منافع نہ ہوگا تو دافع مضار تو ہوگا۔ (البتہ جس طبیعت میں مصالح کے علم سے احکام الٰہیہ کی عظمت ووقعت کم ہوجاوے یا وہ ان کو مدار احکام سمجھنے لگے کہ ان کے انتفاء سے احکام کو منتفی اعتقاد کرے یا اُن کو مقصود بالذات سمجھکر دوسرے طریق سے اُن کی تحصیل کو بجائے اقامت احکام کے قرار دے لے جیسا کہ اوپر بھی ان مضار کی طرف اجمالاً اس قول میں اشارہ بھی کیا گیا ہے "چنانچہ بعض اوقات یہ مذاق مُضر بھی ہوتا ہے" سو ایسے طبائع والوں کو ہرگز اس کے مطالعہ کی اجازت نہیں ہے بہر حال وہ ذخیرہ یہی ہے جو آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے) احقر نے غایت بے تعصبی سے

اسمیں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لیے ہیں اور اسمیں احکام مشہورہ کی کچھ کچھ وہی مصلحتیں مذکور ہوں گی جو اصول شرعیہ سے بعید نہوں اور افہام عامہ کے قریب ہوں۔ مگر یہ مصلحتیں نہ سب منصوص ہیں نہ سب مدار احکام ہیں اور نہ اِن میں انحصار ہے۔ محض ایک نمونہ ہے اِس مبحث میں ہمارے زمانہ سے کسی قدر پہلے زمانہ میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ لکھ چکے ہیں سُنا ہے کہ ترجمہ اس کا بھی ہو چکا ہے۔ مگر عوام کو اُس کا مطالعہ مناسب نہیں کہ غامض زیادہ ہے اور اس ہمارے زمانہ میں بھی ایک مصری فاضل ابراہیم آفندی علی المدرس بالمدرستہ الخدیویہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اسرار الشریعۃ ہے اور جو ۱۳۲۵ھ میں مصر کے مطبع الواعظ میں چھپی ہے۔ اور اسکے قبل ایک رسالہ حمیدیہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ مگر یہ دونوں نئی کتابیں عربی زبان میں ہیں جن میں سے حمیدیہ کا ترجمہ اردو تو کئی سال ہوئے شائع ہو چکا ہے اور اس دوسری کتاب اسرار الشریعۃ کا ترجمہ کاندھلہ میں مولوی حافظ محمد اسمٰعیل صاحب کر رہے ہیں۔ میرے اِس مجموعہ کے ساتھ اُن دونوں کتابوں کا مطالعہ کرنا سبب معلومات میں ترقی دیگا۔ اور چونکہ طرز ہر ایک کا جدا ہی اسلئے ایک کو دوسرے سے مغنی نہ سمجھا گیا میں نے ان دونوں کتابوں کا ذکر اس مصلحت سے بھی کیا ہے اور اس لیے بھی کہ میرے اس عمل کو تفرد نہ سمجھا جاوے اور اس تفرد کے شبہ کو صاحب حجۃ اللہ البالغہ نے بھی خطبہ میں اسکی اصل کو کتاب و سُنت کے اشارات واضحہ سے نکالکر رفع فرمایا ہے اور بطور مثال کے اسکے بعض بعض ماخذ کو بھی بیان فرمایا ہی اور نام اسکا المصالح العقلیہ للاحکام النقلیۃ رکھتا ہوں حق تعالیٰ اس کو اس کے موضوع میں نافع اور ترددات وشکوک فی الاحکام کا دافع فرماوے والسلام

کتبہ اشرف علی عفی عنہ یکم رجب یوم الخمیس ۱۳۳۴ھ

۲۰

ف اور بہت زیادہ ان مضامین کا حجۃ اللہ البالغہ سے ماخوذ تھا جیسا کہ بعد اخذ کے حجۃ اللہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا اور بعض جگہ ہمارے اکابر سے وللہ الحمد علی ان اخذ نا لم یکن من غیر الماخذ ۱۲ منہ

ع اور تتمیم فائدہ کے لیے بعض دوسری مفید کتب کا بھی پتہ دیتا ہوں جن کا مطالعہ اس موضوع میں بصیرت بڑھاوے گا الانتباہات المفیدۃ للاحقر العقل والنقل للمولوی شبیر احمد الدیوبندی سلمہ مواعظ ہفت اختر وعظ روح الارواح رسالہ الحق جو چہرہ الرشاد میں نکلتا ہے۔ مال التہذیب۔ تو مقالے ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

اہل کشف نے لکھا ہے کہ دونوں عالموں میں وہی نسبت ہے جو کہ رحم مادر اور عالم دنیا میں ہے۔ بچہ اول رحم مادر میں رہتا ہے اور اس کے لیے وہ ایک عالم ہوتا ہے اور اس سے اس قدر مانوس ہوتا ہے کہ اگر شاید وہاں سے اسکی رائے لیکر عالم دنیا میں لایا جاوے تو وہ کبھی گوارا نہ کرے اور مچل جاوے لیکن اگر اسکو کسی طرح وہاں سے نکال لیا جاوے جیسا کہ اسی طرح لایا جاتا ہے اور عالم دنیا میں وہ یہاں کی چہل پہل یہاں کی آبادی اور معموری دنیا کو دیکھے تو عالم رحم اسکو بالکل ہیچ اور عدم معلوم ہونے لگے اسیطرح اہل دنیا جو کہ اس عالم میں محبوس اور اسیر ہیں جنہوں نے آنکھ کھولنے کے وقت سے آنکھ بند کرنے تک اس کے سوا اور کسی عالم کو دیکھا ہی نہیں جب ان سے اس عالم کو چھوڑ دینے اور دوسرے عالم میں چلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ سخت پریشان ہوتے ہیں اون کا دل مضطرب ہوتا ہے اور وہ کسیطرح اس عالم کی جدائی کو گوارا نہیں کرتے (ایضاً صفحہ ۱۳)

(۲۱) اگر خواب میں کوئی اپنے کو ماں کے ساتھ صحبت کرتے دیکھ لیتا ہے تو بیدار ہو کر بیحد پریشان ہوتا ہے اور اپنے کو لعنت ملامت کرتا ہے حالانکہ تعبیر اس خواب کی بُری نہیں تعبیر یہ ہے کہ ایسا شخص متواضع اور منکسر المزاج ہوگا۔ کیونکہ خواب میں معانی اپنے مناسب صورتیں اختیار کرتے اور اس میں متمثل ہوتے ہیں اس قسم کے خواب میں ماں سے مراد زمین ہوتی ہے باعتبار اپنی صفت خاکساری کے اور صحبت سے مراد تلبیس پس یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اس شخص کو صفت خاکساری سے تلبس اور تعلق ہوگا (ایضاً صفحہ ۱۳)

(۲۲) مثال۔ یہ بھی دیکھو کہ اس آفتاب کے نور نے تمہارے قلوب کو کیا روشنی بخشی ہے اور تم کو کس ضغطہ کی حالت سے نکالا ہے تمہارے اعتبار سے کیا نافع ہوا ہے ورنہ اگر اس کلام الٰہی کو صرف حق تعالیٰ ہی سے تعلق رہتا تم سے تعلق نہ ہوتا تو تم اس سے کیسے مستفیض ہوتے۔ غور کرو اگر آفتاب دنیا چندروز تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہو جاوے اور تم اس زمانہ میں بیمار بھی ہو یا مثلاً ایک ماہ تک لگاتار بارش رہے اور گھڑی بھر کو بھی بادل نہ ہٹے تو تمہاری کیا حالت ہوگی آخر یہ اسقدر

پریشانی کیوں ہے محض اسوجہ سے کہ خدا نے تم کو ایک نور دیا تھا جو برائے چندے تم سے لے لیا گیا ہے اور پھر خدا کا فضل دیکھو کہ نور بھی کس چیز سے دیا جو کہ تم سے لاکھوں کوس دور مگر اسکی شعاعیں ہیں کہ تم کو منور کر رہی ہیں اور تم طرح طرح کے فائدے اس سے حاصل کر رہے ہو اور اگر شعاعیں نہ ہوتیں تو گو نور آفتاب کے ساتھ پھر بھی تعلق ہوتا مگر چونکہ تم تک نہ پہونچتا اسلیئے تم اس کے فیض سے محروم رہتے اسی طرح کلام اللہ صفت قدیم ہے کہ وہ مثل آفتاب کے ہے اور اس کے لیے کچھ شعاعیں ہیں جو تم پر فائض ہو رہی ہیں جن کو کلام لفظی کہا جاتا ہے۔

صاحبو! اگر آفتاب ہوتا اور یہ شعاعیں نہ ہوتیں تو ہم اس کے فیض سے کس طرح فیضیاب ہوتے علیٰ ہذا کلام نفسی کے لیے کلام لفظی کی شعاعیں نہ ہوتیں تو ہم اس صفت کے فیضان سے کس طرح فیض حاصل کرتے (ایضاً صہ ۱۳ سطر ۱۶)

(۲۳) حکایت چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ کی حکایت ہے کہ اونہوں نے حقتعالے کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے قرب کا سب سے بڑا ذریعہ کیا ہے ارشاد ہوا کہ قرأۃ القرآن یعنی قرآن پڑھنا امام صاحب نے عرض کیا بفہم او بلا فہم یعنی سمجھ کر یا بلا سمجھے ارشاد ہوا کہ بفہم او بلا فہم یعنی کسی طرح ہو۔ (ایضاً صہ ۱۳ سطر ۱۶) ۱۴

(۲۴) حکایت مشہور ہے کہ چیلہ گرو سفر کرتے ہوئے ایک شہر میں پہونچے نام پوچھا تو انیاؤ نگر معلوم ہوا جس کے معنی ہیں بے انصافی کا شہر۔ اشیا کا نرخ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اناج سے لیکر گھی دودھ تک ہر چیز سولہ سیر کی ملتی ہے۔ یہ سنکر چیلہ تو بہت خوش ہوا کہ خوب گھی دودھ کھا کر فربہ ہوں گے مگر گرو نے کہا کہ بھائی اس جگہ قیام مناسب نہیں یہ شہر تو بہت ہی بے ڈھنگا معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے بڑے میں کچھ امتیاز ہی نہیں مگر چیلہ نے اصرار کیا آخرہ پڑے رہے چندروز میں سیر کرتے کرتے عدالت کی طرف پہونچے دیکھا کہ ایک مقدمہ راجہ صاحب کے اجلاس میں درپیش ہے اور لوگوں کا ہجوم ہے۔ پوچھنے سے معلوم ہوا کہ کوئی چور مدعی ہے مہاجن مدعا علیہ ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ ہم دونوں چوری کرنے اس کے گھر گئے

نقب لگائی میرا رفیق اندر جانے لگا تو وہ دیوار اوپر سے آپڑی مر گیا قصاص چاہتا ہوں مدعا علیہ سے باز پرس ہوئی کہ وہ دیوار ایسی کیوں بنائی تھی اس نے کہا کہ معمار سے پوچھیے بنانے والا وہ ہے وہ بلایا گیا اس نے کہا کہ گارہ دینے والے سے پوچھا جاوے اسکو بلایا اس نے کہا گارہ بنانیوالے سے پوچھیے اسکو بلایا اس نے کہا کہ سقوں نے پانی ڈالدیا ہے جس سے گارا تپلا ہو گیا۔ اسکو بلایا اس نے کہا سرکاری ہاتھی جھپٹتا ہوا آتا تھا خوف سے پانی زیادہ نکل پڑا فیلبان کو بلایا اس نے کہا ایک عورت پازیب پہنے آتی تھی اسکی جھنکار سے ہاتھی دوڑ پڑا عورت کو بلایا اس نے کہا سنار نے ایسا ہی باجا ڈالدیا اسکو بلایا وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔ حکم ہوا کہ سنار کو پھانسی دیدیجائے۔ پھانسی کیلیے چلے جب اسکو پھانسی پر چڑھایا گیا تو پھانسی کا حلقہ اس کے گلے سے بڑا نکلا لوگوں نے آکر راجہ صاحب سے عرض کیا کہ حلقہ اس کے گلے سے بڑا ہے راجہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا تو کسی موٹے آدمی کو پھانسی دیدو۔ غرض موٹے آدمی کی تلاش شروع ہوئی اتفاق سے مجمع بھر میں اس چیلہ سے زیادہ موٹا کوئی نہ نکلا آخر اسی کو تجویز کیا اب تو چیلہ صاحب بہت گھبرائے اور گرو سے کہا کہ خدا کے لیے بچاؤ اس نے جواب دیا میں نہ کہتا تھا کہ یہاں رہنا اچھا نہیں آخر نتیجہ دیکھا آخر گرو نے یہ تدبیر نکالی کہ پھانسی کے وقت خود بڑھکر کہا کہ صاحبو اسکو پھانسی نہ دو مجھکو دیدو لوگوں نے وجہ پوچھی اس نے کہا اسوقت میں نے جوتش میں جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسوقت جو شخص پھانسی دیا جائے گا وہ سیدھا بیکنٹھ میں جاوے گا راجہ صاحب نے جو یہ سنا تو بڑھکر فرمایا کہ اچھا جب ایسی بات ہے تو ہم کو پھانسی دیدو تاکہ جنت ہم ہی حاصل کریں چنانچہ راجہ صاحب کو پھانسی دیدی گئی۔ خس کم جہاں پاک۔ (وعظ ۵ص۱۲)

(۲۵) **حکایت**۔ کسی نے ایک طوطہ کو الم ترکیف تک یاد کرا دیا تھا کہ وہ بے تکلف اسکو پڑھتا چلا جاتا تھا لیکن اگر اسپر بلی آگرتی تو کیا اس وقت بھی اس کو کوئی سورت یاد رہ سکتی تھی کبھی نہیں اس لیے کہ اس کے دل میں کچھ بھی نہ تھا کسی ظریف نے ایک طوطے کے مرنے کی تاریخ لکھی ہے اگرچہ اس نے محض تمسخر کی بنا پر

لکھی ہے لیکن بات نہایت گہری اور کام کی ہے۔

سنہ ۱۲۳۳ھ میں کسی طوطے کا حادثہ ہوا تھا اسوقت یہ تاریخ لکھی گئی ہے لکھا ہے ؎

میاں مٹھو جو ذاکرِ حق تھے — رات دن ذکرِ حق رٹا کرتے

گربۂ موت نے جو آدابا — مضطرب ہو کے اور گھبرا کے

چونچ میں لے کے پانی کی کلھیا — کچھ نہ بولے سوائے ٹے ٹے ٹے ۱۲۳۳ھ

ٹ کے عدد ت کے برابر ہیں تو تین ٹ کے عدد بارہ سو ہوئے اور تین ی کے تیس کل بارہ سو تیس عدد ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ طوطے کی محض زبان پر ذکر حق تھا اور دل میں اوس کا کچھ اثر نہ تھا اس لیے اوس مصیبت کے وقت کچھ بھی یاد نہ آیا اور ٹاں ٹاں کر کے خاتمہ ہو گیا۔ (انفاس النفس دعوات جلد ۵۔ صـ ۱۱ سطر ۱)

(۲۶) **حکایت**۔ مشہور ہے کہ ایک میراثی کسی کے پاس لفافہ لیکر آیا دیکھا کہ اوپر سے بالکل سادہ ہے سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ حضور نہایت جلدی میں خط دیا ہے لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ مکتوب الیہ کو خیال ہوا کہ اندر مضمون ہوگا کھولکر دیکھا تو خط بھی بالکل سادہ۔ پوچھا کہ بھائی اِس کا کیا سبب کہنے لگا کہ حضور میں عرض کر چکا ہوں کہ بہت ہی جلدی میں خط دیا ہے لکھنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔ ہم لوگوں میں اکثر کی تو بعینہ یہ حالت ہے کہ اندر باہر دونوں جانب سے محض کورے اور جو لوگ کچھ ہیں بھی تو محض ظاہری مکلف ہیں اندر خاک بھی نہیں حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ چاہے لفافہ باہر سے زیادہ مکلف نہو۔ لیکن اندر مضمون سے پر ہو۔ (ایضاً صـ ۱۲ سطر ۸)

(۲۷) میں نے اخبار میں ایک ڈاکٹر کا قول دیکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ بارش اس لیے کم ہوتی ہے کہ درخت کٹ کٹ کر کم رہ گئے ہیں تو بارش کثرت سے ہونیکی صورت یہ ہے کہ جہاں جہاں درخت کم ہیں بہت کثرت سے درخت لگائے جائیں اس ڈاکٹر نے تو خدا جانے اس کی وجہ کیا سمجھی ہوگی لیکن راز اِس میں یہی ہے کہ جب درخت نہ رہے تو بارش کی ضرورت نہ رہی اور جہاں درخت بکثرت ہیں وہاں بارش کی کیا

(باقی آئندہ)

(۷) اور ہر چیز پر جاری ہو سکتی ہے اور جو کام دنیا میں بواسطہ اسباب کے ہوتے ہیں اوسکی حقیقت اِس کے سوا کچھ نہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے ارادہ و اختیار سے اون اسباب کو ذریعہ بنا دیا ہے اور چاہیں تو بلا توسط اسباب کے ہر شے کو پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ سبب اولیٰ کو اسیطرح پیدا کیا ہے تو سبب میں ذاتی اثر کچھ بھی نہوا ذاتی اثر صرف قدرت و ارادہ حق میں ہے۔ تو اصل چیز قدرت و ارادہ حق ہوا وہ جس چیز کے متعلق ہو جاوے وہی موجود ہو جاتی ہے پھر ایسی خبروں سے تعجب کرنا محض کم عقلی ہے اور اون میں تاویلیں کرنا کلکتہ کی سی تاویل ہے جو محض کوتاہ نظری پر مبنی ہے۔ ہاں خبر کے لیے سند قابل اعتماد ہونا شرط ہے ہر خبر کو مان لینا ضروری نہیں سو قرآن بسند متواتر موجود ہے جس کے ملاحدہ اور منکرین بھی قائل ہیں بڑے بڑے عیسائیوں نے مان لیا ہے کہ قرآن جیسا اترا تھا ویسا ہی اس وقت موجود ہے ہاں حدیثوں میں تغیر تبدل ہوا ہے۔ سو اس کے علمار اسلام بھی قائل ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ کل حدیثیں غیر معتبر ہوگئیں بفضلہ تعالیٰ علمار اسلام نے اسلام کی بہت خدمت کی ہے اور صحیح و غلط حدیثوں کو الگ الگ کر دیا ہے۔ تو جو خبر کسی معجزہ کے متعلق قرآن میں آئی ہو اوس کا انکار قرآن کا انکار اور اوسمیں تاویل تحریف کہلائیگی اور ایسی ہی بے وقوفی ہوگی جیسے کلکتہ کو کل کھنتہ کہنا اور جو خبر حدیثوں میں آئی ہے اوسکو تحقیق کرنے کی ضرورت ہوگی کہ حدیث کیسی ہے اگر حدیث صحیح ہے تو اوس کا ماننا بھی بلا تاویل ضروری ہوگا۔ اور اگر صحیح نہیں تو ماننا ضروری نہیں۔ اسکی تحقیق علمار فن سے ہو سکتی ہے۔

ایک اور مغالطہ کا بیان

عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ معجزہ سے وہی فعل ہو سکتا ہے جو ممکن ہے اور جو فعل غیر ممکن ہے وہ معجزہ سے بھی نہیں ہو سکتا۔ اس سے اہل فطرت کو بڑا سہارا مل گیا ہے اور وہ بہت سے معجزوں کا انکار کرتے وقت اسیکا حوالہ دیدیتے ہیں۔ چنانچہ معراج شریف کے متعلق کہتے ہیں کہ جسم خاکی کا اس طرح اوپر کو اوٹھ جانا اور چند لمحوں میں ساتوں آسمانوں سے گذر جانا اور دیگر انبیار علیہم السلام سے بات چیت کرنا وغیرہ ناممکن باتیں ہیں۔ لہذا بموجب تحقیق کتب عقائد کے وقوع میں نہیں آسکتیں اِس مغالطہ کا حل یہہ ہے کہ یہہ غلط اصطلاح ہے اِس طرح

(۱) تیسری غلطی یہہ ہے کہ معجزات کو دلیل نبوت نہیں قرار دیا جاتا بلکہ صرف حسن تعلیم وحسن اخلاق میں دلیل کو منحصر کیا جاتا ہے ؞

(۲) کہ کتب عقائد میں جو ممکن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ فلسفہ قدیم کا اصطلاحی لفظ ہے اور اہل فطرت نے اوسکو مستبعد کے معنے میں سمجھا ہے۔ شرح اسکی یہہ ہے کہ فلسفہ قدیمہ کی اصطلاح میں تین لفظ ہیں۔ ممکن۔ واجب۔ ممتنع۔ واجب اوسکو کہتے ہیں جس کے موجود ہونے کو دلیل عقلی قطعی ضروری ثابت کرنے۔ اور ممتنع اوسکو کہتے ہیں جس کے نہ ہوسکنے کو دلیل عقلی قطعی ضروری ثابت کرے اسیکو محال بھی کہتے ہیں۔ اور ممکن وہ ہے جس کے نہ وجود کو دلیل عقلی ثابت کرے نہ عدم کو۔ واجب صرف ذات باری تعالی ہے۔ اور ممتنع صرف اجتماع یا ارتفاع نقیضین ہے یا جو انکو مستلزم ہو ان دونوں کے سوا جملہ چیزیں ممکن ہیں تو معجزہ کے متعلق یہہ کہنا کہ اوس کا ممکن ہونا شرط ہے اس کا حاصل یہہ ہے کہ ان اقسام ثلثہ میں سے قسم ممکن میں سے ہونا چاہیئے۔ سو واجب نہو گا جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور ممتنع نہو کیونکہ اوس کے وقوع کو دلیل عقلی نے باطل کردیا ہے اوس کا وجود ہو ہی نہیں سکتا ایسی چیز ہونی چاہیئے کہ اوس کے وجود یا عدم سے دلیل عقلی ساکت ہو یعنی اگر اوس کا وجود ہو جائے تو کوئی دلیل عقلی اوسکو باطل نہ کرے اور اگر نہو تو عقل اوس کے وجود کو ضروری نہ کہے۔ تو اب اگر کوئی دعوے کرے یا خبر دے کہ اجتماع نقیضین کا وقوع بطریق معجزہ ہو گیا تھا تو اسکو ہرگز تسلیم نہیں کیا جاوے گا۔

۲۰۲

اور اگر خبر ملے کہ فلاں نبی کے معجزہ یا کسی ولی کی کرامت سے زمین پھٹ گئی یا سورج یا چاند پھٹ گیا تھا یا اس سے بھی اچنبھے کی بات ہو تو اوسکی تکذیب نہیں کیجاوے گی بشرطیکہ خبر صحیح ہو۔ کیونکہ یہ سب باتیں کیسی ہی تعجب کی ہوں مگر تینوں قسموں میں سے نہ واجب کی جنس سے ہیں نہ ممتنع کی بلکہ ممکن ہی میں داخل ہیں لہذا معجزہ یا کرامت سے اون کا وجود ہوسکتا ہے چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ ہوتے تھے اور مٹی کی مورت بناکر آپ اوس میں پھونک مارتے تھے وہ زندہ پرند بن جاتا تھا۔ اس کا بیان قرآن میں موجود ہے۔ اسی میں معراج شریف بھی داخل ہے کہ نہ واجب ہے نہ ممتنع

(ح) بلکہ ممکن ہے لہذا خبر صحیح ملنے کے بعد اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ غرض جتنے معجزات انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہیں وہ سب اقسام ثلثہ میں سے جنس ممکن میں داخل ہیں مگر ممکن بمعنی غیر واجب و ممتنع ہے نہ بمعنی مستبعد جیسا کہ اہل فطرت نے سمجھ لیا ہے تو جن کتابوں میں لکھا ہے کہ معجزہ سے وہی فعل ہو سکتا ہے جو ممکن ہو یہ مراد ہر گز نہیں ہے کہ وہی فعل ہو سکتا ہے جو مستبعد نہ ہو۔ خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

نبوت کے متعلق تیسری غلطی

آجکل اس غلطی میں مسلمانوں کا وہ طبقہ مبتلا ہے جو زیادہ تعلیم یافتہ ہونے کا مدعی ہے وہ غلطی یہہ ہے کہ معجزات کو دلیل نبوت ہی نہیں قرار دیتے ہیں انکو معجزات کے بارہ میں یہ شبہ ہوا کہ جب معجزات ایسے افعال کا نام ہے جو عام طور سے ہر شخص سے نہیں ہو سکتے تو اگر ایسے شخص کو نبی کہا جا سکتا ہے تو بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو بڑے بڑے عجیب افعال اور کرشمے دکھا سکتے ہیں تو سب کو نبی کہنا چاہیئے تو نبوت کیا ہوئی کھیل تماشہ ہوا جسکو دیکھنے والے بھی ذلیل کام اور دھوکہ اور غیر واقعی بات جانتے ہیں اور اون افعال اور کرشموں کا دکھلانے والا بھی خود اپنے آپ کو نبی نہیں کہتا بہت سے بازی گر ایسے تماشے کرتے پھرتے ہیں جنکو خارق عادت کہنا صحیح ہے حتے کہ بعض تماشوں کی لم کو اچھے اچھے عقلمند بھی نہیں سمجھ سکتے مگر جسقدر ذلیل اور قابل نفرت یہہ کام ہے سب جانتے ہیں اس کا حاصل اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ان تماشوں کے ذریعہ سے گداگری کر کے برے بھلے پیٹ بھر لیتے ہیں۔ تو گیا نبوت کا ماحصل بھی نعوذ باللہ یہی ہے۔

اسی بناء پر یہ لوگ معجزات کو نہایت حقارت آمیز الفاظ سے بیان کیا کرتے ہیں مثلاً حضرت عیسے علیہ السلام کا معجزہ احیاء موتے تھا خود قرآن پاک میں موجود ہے کہ آپ مٹی کی صورت پرندہ کی بنا کر اسمیں پھونک مار کر نفخ روح کر دیتے تھے اور وہ زندہ پرندہ بنجاتا تھا اسکو ان لوگوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جو لوگ معجزات کے

۲۰۳

(ا) اور اس انحصار کی بجز اس کے کوئی دلیل نہیں بیان کیجا سکتی کہ اگر خوارق کو دلیل نبوت کہا جائے تو مسمیریزم و شعبدات بھی مستلزم نبوت ہونگے۔ اور یہ دلیل اسلیے لچر[معجزہ ۱۲] ہے کہ مسمیریزم و شعبدات واقع میں خوارق نہیں بلکہ مستند ہیں اسباب طبعیہ خفیہ کی طرف جسکو ماہرین جانکر مدعی کی تکذیب[خلاف فطرت ۱۲] اور نیز اوس کے ساتھ معارضہ[مقابلہ ۱۲] کر سکتے ہیں۔

(ج) متعارف معنے لیتے ہیں اون کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی یہ وقعت ہے کہ آپ مٹی کے کھلونے بنا بنا کر بچوں کی طرح کھیلا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے بہت بیباکی سے کام لیا اور محض اس بے سروپا دلیل سے کہ معجزہ شعبدہ کے مشابہ ہے دل کو سمجھا کر بے دھڑک کہہ دیا کہ معجزہ دلیل نبوت ہے ہی نہیں۔ اور بعض بیباکوں نے تو یہاں تک ترقی کی کہ اس مضمون کو قرآن شریف سے ثابت کیا کہ معجزہ کوئی چیز نہیں بلکہ اوسکی نفی کو قرآن سے ثابت کیا اسکی تردید ہم عنقریب مستقل فصل میں کریں گے۔ جب معجزہ دلیل نبوت نہوا۔ اور نبوت جیسے مہتم بالشان کام کے لیے دلیل کی ضرورت ہے تو ان لوگوں نے ایک اور چیز کو دلیل قرار دیا وہ کیا ہے حسن تعلیم اور حسن اخلاق بلفظ دیگر معجزہ علمی کوئی چیز نہیں معجزہ علمی دلیل نبوت ہے۔

اون کے خیال میں غلطیاں یہ ہیں کہ معجزہ عملی کو دلیل نبوت نہ سمجھنا عقلاً بھی غلط ہے اور نقلاً بھی۔ اور خلاف واقع بھی ہے۔ عقلاً تو اس واسطے کہ نبوت ایک بہت بڑا دعویٰ ہے اور اوس کا تعلق عوام و خواص سب سے ہوتا ہے بلکہ زیادہ تر تعلق اوس کا عوام ہی سے ہوتا ہے کیونکہ تعداد عوام ہی کی زیادہ ہوتی ہے۔ اور دعویٰ کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ اور جب تعلق نبوت کا عوام و خواص سب سے ہے تو دلیل بھی دونوں قسم کی ہونی چاہیئے حسن تعلیم اور حسن اخلاق عام فہم دلیل نہیں صرف خواص کے لیے کافی ہوسکتی ہے بلکہ ہمارا دعوےٰ یہ ہے کہ خواص کے لیے بھی کافی نہیں اخص الخواص کے لیے کافی ہوسکتی ہے اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ آجکل تعلیم کا اور روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور اسلام کا حسن تعلیم اور حسن اخلاق

(ا) اور انبیاء علیہم السّلام کے معجزات میں منکرین میں سے نہ کسی نے سبب طبعی کی تشخیص کی اور نہ کوئی معارضہ کر سکا ✣

(ح) اظہر من الشمس ہے مستقل کتابیں علماء کی اس فن میں موجود ہیں مناظرے مباحثے دیگر اقوام سے اس مبحث پر ہو چکے ہیں۔ لیکن اسپر بھی بہت سے مدعیان تعلیم بعض کفار اور مشرکین میں اس معجزہ کے موجود ہونے کے قائل ہوئے ہیں اور اسقدر اون کے حسن تعلیم اور حسن اخلاق کے دلدادہ ہوئے ہیں کہ اون کے قلم سے یہ مضمون نکل چکا ہے کہ اگر نبوت ختم نہو چکی ہوتی تو فلاں ہندو لیڈر نبی تسلیم کیئے جانے کے قابل[ع] تھا (نعوذ باللہ من سوء الفہم والجہل) جب حسن تعلیم اور حسن اخلاق ایسی دقیق دلیل ہے تو عوام کے لیے کیسے کافی ہو سکتی ہے لہذا نبوت کے لیے ایسی دلیل کی بھی ضرورت ہے جسکو عوام بھی سمجھ سکیں اور وہ ایسے افعال ہی ہیں جو خاص نبی کے ہاتھ سے ہو سکیں دوسرے سے کبھی نہ ہو سکیں اسواسطے حق تعالی نے ہر نبی کے ہاتھ پر ایسے افعال ظاہر فرمائے۔ ان سے اون کی نبوت کا ثبوت ہوا کیونکہ سب نے دیکھتی آنکھوں دیکھ لیا کہ ان کے ہاتھ پر ایسے افعال ہوتے ہیں جو طاقت بشری سے خارج ہیں اور صرف قادر مطلق کی قدرت سے ہو سکتے ہیں اونکو اوس قادرِ مطلق سے خاص تعلق ہے کہ ان کے ہاتھ پر وہ ظاہر ہوتے ہیں اوس نے انکو اپنا نائب بنایا ہو تو جو کچھ احکام یہہ تعلیم فرماتے ہیں وہ اوس قادرِ مطلق ہی کے احکام ہیں۔ اسی کا نام نبوت ہے معجزہ دیکھ لینے سے نبی کی سچائی کا علم اضطراری یعنے بے اختیار پیدا ہوتا ہے جیسا کہ آفتاب کے دیکھ لینے سے دن کے وجود کا علم بے اختیار پیدا ہوتا ہے حتی کہ کوئی اوسکو دل سے مٹانا بھی چاہے تو مٹ نہیں سکتا۔ اور معجزہ اور شعبدہ میں دیکھنے والوں کو اشتباہ اور خلط ملط اسواسطے نہیں ہوتا کہ آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں کہ کوئی شعبدہ باز اوس سے جیت نہیں سکتا تو معجزہ کی تصدیق اور فوقیت ذہنوں میں ایسی جاگزیں ہو جاتی ہے جیسے آفتاب کی تصدیق اور فوقیت

۲۰۵

ع اسپر ہمکو فاضل بجنوری حکیم رحیم اللہ صاحب مرحوم کا ملفوظ یاد آتا ہے فرمایا کہ ہم نے تو عقائد کی کتابوں میں یہہ پڑھا تھا کہ نبی کبائر و صغائر سے بھی معصوم ہوتا۔ ہے اب نبوت شرک کے ساتھ بھی جمع ہونے لگی ۱۲ منہ

(ح) چراغ کے مقابلہ میں - اور چونکہ ہر زمانہ میں کوئی خاص فعل درجہ کمال پر ہوتا ہے اوسکی وقعت اہل زمانہ کے ذہنوں میں ہوتی ہے اوسیکا چرچا سیکھنے سکھانے کا ہوتا ہے۔ اوسمیں اعلیٰ درجہ کے اہل کمال موجود ہوتے ہیں ؎

اس واسطے اوس زمانہ کے نبی کی ہاتھ میں اسی فعل کے متعلق معجزہ دیا جاتا ہے اور اوس سے اوس کمال کے بڑے سے بڑے کامل کو بھی عاجز کر دیا جاتا ہے تاکہ ہر شخص کے ذہن میں اوسکی صداقت آجاوے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا فن عروج پر تھا اسواسطے عصائے موسوی اور ید بیضا سے اوسکو مغلوب کیا گیا۔ حضرت عیسے علیہ السلام کے زمانہ میں طب کو کمال تھا۔ لہذا احیاء موتے کا معجزہ دے کر اوسکو زیر کیا گیا۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام تھی موجودہ زمانہ کے تمام ممالک کے لیے نیز آئندہ آنے والے زمانوں کے لیئے اس واسطے ہر قسم کے معجزات عطا ہوئے عملی بھی اور علمی بھی۔ چونکہ علم ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مرغوب و محبوب ہے اس واسطے علمی معجزہ ایسا عطا ہوا کہ نہ وہ مٹ سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے اور عوام کے واسطے بھی دلیل ہے کیونکہ ایسی عبارت کوئی نہیں بنا سکتا۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ (ترجمہ) اگر تم کو شک ہے قرآن کے بارہ میں تو ایک سورۃ ایسی بنا لاؤ۔ اور خواص کے واسطے بھی دلیل ہے کیونکہ ایسا مضمون کوئی نہیں بنا سکتا۔ فلیاتوا بحدیث مثلہ (ترجمہ) ایک بات تو ایسی بنا لیں۔ قرآن کے محفوظ عن التحریف ہونے کو بڑے بڑے متعصب عیسائیوں تک کو ماننا پڑا ہے (دیکھو النسار فی الاسلام مصنفہ سلطان احمد بی۔ اے۔)

٢٠٦

ہر زمانہ میں اوسکی تحدی (چیلنج) موجود ہے کہ یہ اگر بندہ کا بنایا ہوا ہے تو کوئی بنا کر دکھا دو علمی معجزات سے کتابیں بھری ہوئی ہیں اور حضور کے نائبین سے اب تک وہ افعال ہوتے ہیں۔ بفرق مرتبہ اون کا نام جو نائبین کے ہاتھ پر ہوتے ہیں کرامت ہوتا ہے اور وہ بھی بواسطہ حضور ہی کا معجزہ ہوتا ہے اسی لیے کرامت اوس شخص سے صادر نہیں ہو سکتی جو حضور کا متبع نہ ہو۔

غرض معجزہ عملی کے سوا عام فہم کوئی دلیل نہیں ہو سکتی تو نبوت کیلئے معجزہ عملی کا ہونا

(۱) جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ واقع میں خوارق ہیں پس معجزات وشعبدات مشترک الاستلزام نہوے۔ البتہ حسن تعلیم اور حسن خلق بہی دال علی النبوت مگر حکمت خداوندی متقضی ہے کہ مخاطبین انبیاء علیہم السلام میں چونکہ دونوں طرح کے لوگ تہے خواص اہل فہم بہی جو کہ تعلیم و اخلاق کے درجہ علیا کا ادراک کہ وہ بہی خارق ہے)

(۲) عقلاً مناسب اور ضروری ہوا۔ اور معجزہ کو دلیل نبوت نہ قرار دینا خلاف واقع اس طرح ہے کہ جو لوگ معجزات کو دلیل نبوت نہیں قرار دیتے اون سے ہم پوچھتے ہیں کہ تاریخ سے تو انکار ہو نہیں سکتا متواتر خبروں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اون کا صدور ہوا۔ مثلاً عصائے موسوی کا ہونا اور اوس کا سانپ بنکر جادوگروں کے سانپوں کو نگل جانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آتش نمرودی میں نہ جلنا حضرت عیسے علیہ السلام کا بیجان چیزوں میں جان ڈالنا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور معجزہ ستون حنانہ کا رونا اور حضور کے ہزاروں معجزات (جن سے کتابیں بہری پڑی ہیں) ان سب کا وقوع یقیناً ہوا پوچھا جاتا ہے کہ انکا صدور انبیاء علیہم السلام سے کیوں ہوتا تہا کیا فعل عبث اور کہیل تماشہ تہا یا کوئی غایت اور غرض ہتی جس کے واسطے ان کا صدور ہوتا تہا شق اول کا بطلان ظاہر ہے اس واسطے کہ جو لوگ معجزات کو دلیل نبوت نہیں قرار دیتے وہ بہی انبیاء علیہم السلام کے حسن تعلیم اور حسن اخلاق کے قائل ہیں اسکو دلیل بہی نبوت کی قرار دیتے ہیں تو یہہ کیسا حسن اخلاق تھا کہ وہ حضرات نعوذ باللہ لایعنی اور فعل عبث اور شعبدہ بازی بہی کرتے تہے جو لڑکوں اور چہچوروں کا کام ہے اور وہ دوسروں کو کیا اچھی تعلیم کر سکتے تہے جو خود ان لغویات میں مبتلا تہے۔ ماننا پڑے گا کہ دوسری شق ہتی یعنے ان افعال (معجزات) سے کوئی غایت صحیح اور غرض ہتی اب وہ بتائیں کہ سوائے اس کے کہ یہہ افعال دلیل صداقت کے واسطے کئے جاتے تہے اور کیا غایت وغرض ہتی۔ کوئی اور غایت وغرض نہیں بتا سکتے ثابت ہوا کہ معجزہ دلیل نبوت ہی قرار دیکر دکہایا جاتا تہا اس کا انکار واقع کا انکار ہے

۲۰۷

ے جیسا منکر خوارق نے کہا ہو کہ اگر خوارق مستلزم نبوت ہیں تو شعبدے بہی مستلزم نبوت ہوں گے سو واقع میں یہ استلزام دونوں میں مشترک نہیں بلکہ صرف خوارق میں یہ استلزام ہے شعبدوں میں نہیں ۱۲ منہ

(۲) اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور عوام بلید بھی جو تعلیم و اخلاق سے استدلال کرنے میں اس وجہ سے غلطی کر سکتے تھے کہ درجہ علیا کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ پس ہر حکیم و خوش خلق کو

---

(۳) اور ہم نے کہا تھا کہ معجزات علیہ کو دلیل نبوت نہ سمجھنا نقلاً بھی غلط ہے بلکہ نقلاً ثابت ہے کہ معجزات علیہ دلیل نبوت ہیں۔ اس کا بیان ہم عنقریب مستقل فصل میں کریں گے۔ رہا معجزہ اور مسمریزم اور شعبدہ کا مشتبہ ہونا اس کا جواب یہ ہے کہ مطلق ذرا سے اشتباہ کا نام آجانے سے کسی چیز کو بے اصل کہدینا تو ٹھیک نہیں دنیا میں کونسی چیز ہے جس میں حق و باطل میں اشتباہ نہیں صاحب سلطنت بھی فوج سپاہ ہتیار۔ غلہ خزانہ رکھتا ہے اور بعض وقت باغی بھی یہ سب چیزیں رکھتا ہے حتی کہ بعض دفعہ صاحب سلطنت کا مقابلہ بھی کر بیٹھتا ہے بلکہ کسی خاص موقع پر صاحب سلطنت کو تھوڑی دیر کے لیے شکست بھی دے دیتا ہے تو کیا اس تشابہ کو دیکھ کر عقل سلیم کے نزدیک درست ہے کہ سلطنت کو تسلیم نہ کیا جاوے اور کہدیا جاوے کہ دونوں کے پاس ایک سا ساز و سامان موجود ہے لہذا ہم نہیں مانتے کہ سلطنت بھی کوئی چیز ہے اور اس کے کچھ حقوق ہیں۔ اسیطرح تعلیم یافتہ اور بڑی بڑی قابلیت والے طبیب اور ڈاکٹر بھی علاج کرتے ہیں۔ اور بعض عطائی لوگ بھی دکان لیکر بیٹھ جاتے ہیں اور علاج کرتے ہیں حتے کہ بعض دفعہ ان عطائیوں کے ٹھاٹھ سامان اون طبیبوں اور ڈاکٹروں سے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض وقت اتفاق سے کسی علاج میں بھی اون سے کامیابی میں توقیت لیجاتے ہیں تو کیا اس تشابہ کو دیکھ کر عقل سلیم کے نزدیک درست ہے کہ مطلقاً علاج ہی کو بیکار سمجھ لیا جاوے اور کہدیا جاوے کہ جب علاج میں اس قدر گڑبڑ ہے تو ہم نہیں مانتے کہ علاج کچھ کارآمد چیز ہے۔ عدالت میں مقدمات ہوتے ہیں دونوں طرف کے وکیل کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے اپنے مدعا کو ثابت کرتے ہیں یہ یقینی بات ہے کہ ایک حق پر ہوتا ہے اور ایک باطل پر لیکن دلیل دونوں طرف ہوتی ہے۔ اور جسقدر دونوں دلیلوں میں اشتباہ ہوتا ہے سب کو معلوم ہے کہ عوام کیا بعض وقت خواص بھی اوسکو حل نہیں کر سکتے حتی کہ بعض وقت اہل باطل بازی لیجاتا ہے اور اہل حق اوس کے سامنے عاجز ہوجاتا ہے

۲۰۸

(باقی آئندہ)

اوس کافر نے عاجز کرنے کو کہا کہ تم اسکو نہ خرید سکو گے اور اگر یونہیں تمہیں منظور ہے اور تمہیں
اس کے خریدنے کا بڑا شوق ہے تو اپنا غلام نسطاس رومی کہ وہ آپ کے غلاموں میں بڑی
لیاقت اور قابلیت تجارت کی رکھتا تہا اور دو ہزار دینار کے قریب پونجی جمع کی تہی مجہہ کو
دو اور اس غلام یعنی بلال (رضی اللہ عنہ) کو مجہہ سے لو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ
عنہ نے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے جان تک دینے میں عذر نہ رکہتے تہے
اس بات کو دل اور جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور اسپر زیادہ کرکے اس کافر کو
دیئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو قیدخانہ سے باہر نکال کر اپنے ساتہ لیکر چلے وہ
کافر آپ کو دیکہتا تہا اور ہنستا تہا اور اپنے مصاحبوں سے کہتا تہا کہ اس شخص نے باوجود
اس عقل اور دانائی کے اس معاملہ میں کسقدر دہوکہ کہایا ہے اور اپنا نقصان کیا ہے
کہ ایسے غلام قابل کو جو دو ہزار دینار کی پونجی بہی رکہتا تہا ایسے نکمے غلام کے عوض
میں جو کسی کام کا نہیں ہے اور ایک کوڑی پونجی بہی نہیں رکہتا ہے دیا ہے اور میں ایسے
غلام کو یعنی بلال کی مانند کو ایک دانق کے عوض میں (دانق درہم کا چہٹا حصہ ہوتا ہی)
نہ خرید کروں بلکہ مفت بہی نہ لوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا
کہ اس غلام کا مرتبہ یعنی بلال رضی اللہ عنہ کا اس قدر میرے نزدیک ہے کہ اگر تمام یمن کی بادشاہت
کے عوض میں تو بیچتا تو بہی میں بے لیے نہ چہوڑتا پہر بلال رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی حضوری میں حاضر کیا اور سب حال جو گذرا تہا عرض کیا کہ اس طرح سے میں نے ان کو
خرید کیا ہے اور آپ گواہ رہیے کہ اللہ کی رضامندی کے واسطے ان کو میں نے آزاد
کیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ
عنہ اس روز سے فارغ البال ہوکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں
رہنے لگے اور نیک بختی دونوں جہان کی حاصل کی اس سورۃ میں یہ آیتیں حق سبحانہ
تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت کے متعلق نازل فرمائیں ؛

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ — سو جس نے خیرات کی اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو
بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ط — سچا سمجہا تو ہم اسکو راحت کی چیز کیلئے سامان دیدیں گے

جب آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے خرید کر محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے آزاد کردیا تو باریتعالیٰ عزاسمہٗ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۙ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۚ — اور بس (آگ) سے ایسا شخص دور رکھا جائیگا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہو کہ پاک ہو جاوے۔

جسوقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا تو کفار ناہنجار کہنے لگے کہ ابوبکرؓ پر بلالؓ کا حق تہا اس واسطے اسکو اس طرح لیکر آزاد کیا حق تعالیٰ شانہ نے ان کفار کے اس قول کی تردید کے واسطے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۙ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۝ — اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسیکا احسان نہ تہا کہ اس کا بدلہ اتارنا ہو اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائیگا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کمال کا مرتبہ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ علام الغیوب خود ان کے دل کے اخلاص پر گواہی دیتے ہیں اور اپنے کلام معجز نظام میں فرماتے ہیں إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ اور بڑے کمال کے مرتبہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات دلالت کرتی ہے کہ جس طرح حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی دلجوئی اور خاطر داری کے واسطے وَالضُّحَىٰ کی سورۃ میں وعدہ فرمایا ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (یعنی اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو دیگا سو آپ خوش ہو جاویں گے) اسی طرح اس سورۃ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ نازل فرما کر رضامندی کا وعدہ فرمایا ہے اسواسطے یَرْضٰی میں جو ضمیر ہے دو احتمال رکھتی ہے ایک یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہو دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ کی طرف پھرے۔ لیکن دونوں صورتوں میں مطلب حاصل ہے بقول شخصے ؎

۱۲۲

بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف
گر بکشم زہے طرب ور بکشد زہے شرف

یعنی اگر اپنے نصیب کی مدد سے محبوب کا دامن ہاتھ میں آوے پھر اگر میں اس کو

کھینچوں تو میرے زہے نصیب اور اگر وہ کھینچے تو اپنی زہے بزرگی ⁂

علماء اہل سنت والجماعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت و بزرگی تمام امت سے اِس آیت "وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی" سے بھی ثابت کرتے ہیں اور اپنے دعوے پر منجملہ اور دلائل قاہرہ کے اسکو بھی دلیل میں پیش کرتے ہیں تقریر دلیل اس طرح پر ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں حقتعالے شانہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اَتْقٰی (بڑا متقی) کا لفظ فرمایا ہے دوسری آیت میں باریتعالی عزاسمہ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (بتحقیق اللہ تعالی کے نزدیک بزرگ تر تم میں سے وہ شخص ہے جو بڑا متقی ہو) اِن دونوں آیتوں کے ملانے سے بذریعہ شکل اول جو بالاتفاق بدیہی الانتاج ہے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ حق سبحانہ تعالی کے نزدیک سب آدمیوں میں بزرگ تر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور یہی افضلیت کے معنی ہیں فرقہ تفضیلیہ نے اس مقام میں سخت ٹھوکر کھائی ہے وہ کہتا ہے کہ باریتعالی عزاسمہ کے اس قول "وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی" میں لفظ اَتْقٰی کے معنی متقی کے ہیں نہ یہ کہ جو تقوی میں سب سے زیادہ ہو اور انہوں نے اپنے اس قول پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اگر اَتْقٰی کے یہ معنی لیئے جائیں جو تقوی میں سب سے زیادہ ہو تو اس صورت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام انبیاء علیہم السلام حتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہونا لازم آجائیگا۔ حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم السلام سے بلاشبہ کمتر ہیں تو اس معنی کے اعتبار سے آپ پر اَتْقٰی کا لفظ صادق نہیں آتا بلکہ یہ لفظ اس معنی سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے جب اتقی متقی کے معنی میں ہو اتو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام امت سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا ⁂

اہل سنت والجماعت اس کا جواب دیتے ہیں کہ اتقی کو متقی کے معنی میں لینا عربی لغت کے خلاف ہے اور اللہ تعالی کے کلام کو جو ٹھیٹ عربی ہے ایسے معنی میں ڈھالنا جو عربی محاورہ کے خلاف ہو درست نہیں۔

۱۲۵

رہا فرقہ تفضیلیہ کا یہ کہنا کہ "اگر اتقیٰ کے معنی سب سے زیادہ متقی ہونے کے لئے جائیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونا لازم آجائیگا" عرف شرعی سے ناآشنا ہونے پر مبنی ہے اسلئے کہ یہاں کلام اور لوگوں کے اعتبار سے ہے نہ انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے کیونکہ قواعد شرعیہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ اور بزرگی میں سب سے بڑے ہیں پیغمبروں کو دوسرے آدمیوں پر اور دوسرے آدمیوں کو پیغمبروں پر قیاس نہ کرنا چاہیئے اس واسطے بزرگی اور بڑائی کے مقام پر ایسے الفاظ استعمال کرنے سے عرف شرع میں امت ہی مراد ہوتی ہے پیغمبر ہرگز مراد نہیں ہوتے اور تخصیص عرف تخصیص فرد سے قوی تر ہوتی ہے جیساکہ اگر کوئی شخص کہے کہ گندم کی روٹی دوسری روٹی سے اچھی ہوتی ہے تو اس کلام سے یہ لازم نہیں آتا کہ بادام کی روٹی سے بھی گندم کی روٹی بہتر ہوتی ہے باوجود اس بات کے کہ بادام کی بھی روٹی ہوتی ہے لیکن وہ اس کلام سے اس بنا پر خارج ہے کہ اس مقام پر روٹی استعمال کرنے سے وہ روٹی مراد ہوتی ہے جو غلہ سے تیار کی گئی ہو نہ وہ روٹی جو میووں سے تیار کیجائے لہذا اس آیت شریفہ سے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ متقی ہونا امت کے اعتبار سے ہے نہ انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے۔ ۱۲۶

نیز اہل سنت والجماعت کے بعض بزرگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ اتقیٰ اس مقام پر اپنے اصل معنی تفضیل ہی پر ہے۔ یعنی وہ شخص جو اپنے سوا سب لوگوں سے تقوے میں زیادہ ہو خواہ وہ لوگ پیغمبر ہوں خواہ امت لیکن یہ خاص ان لوگوں کے اعتبار سے ہے جو زندہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دار فانی سے رحلت فرما جانے کے بعد اپنی آخر عمر میں جو آپ کی خلافت کا زمانہ تھا اس حکم کے مصداق ہو سکتے ہیں یعنی اتقیٰ کا لفظ آپ پر صادق آسکتا ہے رہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو روئے زمین پر موجود نہیں بلکہ آسمان پر ہیں تو دنیا والوں کے نزدیک مردے کا حکم رکھتے ہیں نیز اتقیٰ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وقت اور ہر شخص کی نسبت سے زندہ ہو یا مردہ تقویٰ میں زیادہ ہو ورنہ

(باقی آئندہ)

خواہش میں یہ خاصیت ہے کہ سیدھے راستہ سے ہٹا دیتی ہے جو نفسانی خواہش سب میں بڑے درجہ کی ہے
یعنی کفر اور شرک وہ تو اسلام ہی سے باہر کر دیتی ہے اور جو ادنیٰ درجہ کی ہے وہ کمال کے درجہ سے ہٹا
دیتی ہے یہ حکم آیت کا کہ نفسانی خواہش کی پیروی تم کو خدا کے رستہ سے ہٹا دیگی دونوں صورتوں
کو شامل ہے کیونکہ گمراہی کے بہت سے درجہ ہیں کوئی بڑے درجہ کی ہے کوئی چھوٹے درجہ کی۔ اگر
نفسانی خواہش بڑے درجہ کی ہوگی تو گمراہی بھی ویسی ہی ہوگی اور اگر نفسانی خواہش
ادنیٰ درجہ کی ہوگی تو گمراہی بھی اُسی کے موافق ہوگی۔ اب بات یہ رہ گئی ہے کہ
نفسانی خواہش کا علاج کیا ہے۔ سو اس کا علاج یہ ہے کہ جو بات حدیث و قرآن
میں بتلائی گئی ہے اس میں تو حدیث و قرآن کی پیروی کرے اور جو بات
حدیث و قرآن میں نہیں بتلائی گئی ہے اس میں اُن حضرات کی پیروی کرے
جنھوں نے اپنے کو خدا کی راہ میں ہٹا دیا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں۔ کہ نفسانی خواہش دبانے کی تدبیر اس سے بہتر کوئی نہیں کہ سایہ کی طرح
اس راستہ پر چلنے والوں کے ساتھ رہو اور اس راستہ میں ان لوگوں کی　۲۹
نہایت ضرورت ہے پس تنہا ہرگز مت جاؤ اور اسی لیے تو نماز میں حکم ہے
کہ جماعت کے ساتھ پڑھا کرو۔ تاکہ سب کے ساتھ مل کر تمہارے نماز بھی قبول ہو جائے
اسی لیے خدا کے راستہ میں تنہا نہ چلو کسی کو ساتھ لے لو۔

(۴) جماعت کی نماز میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک کو دوسرے سے فیض
پہونچے دوسرے جماعت میں کوئی تو مقبول ہوگا اسکی وجہ سے کیا عجب کہ سب کی
نماز مقبول ہو جاوے۔ بعض برکتیں ایسے شخص سے پہونچتی ہیں جس پر گمان
بھی نہیں ہوتا چنانچہ ایک شخص قزاقی کا پیشہ کیا کرتے تھے حق تعالیٰ نے
اسکو ہدایت فرمائی وہ ایک بزرگ سے بیعت ہو گئے اور اُن کے مریدوں میں
شامل ہو کر ذکر و شغل کرنے لگے سب لوگ قزاقی کی وجہ سے اُن کو حقیر سمجھا کرتے
تھے ایک روز ایک شخص نے اُن بزرگ کی مع سب مریدوں کے دعوت کی جب
اُس شخص کے مکان پر سب چلے تو سب کے اوپر ایک ابر نے سایہ کر لیا سورج کی تیزی

اور دھوپ سے بچ گئے پیر سمجھے کہ یہ میری برکت ہے اُن کے ساتھ اور بھی بڑے بڑے خلیفہ اور مرید تھے وہ اپنی کرامت سمجھے اور جو شخص قزاقی کا پیشہ چھوڑ کر آیا تھا ان کو تو خیال تک بھی نہ تھا کہ یہ میری کرامت ہے اس لیئے کہ جانتے تھے کہ ہیں وہی قزاق اور ہر طرح کا گنہگار ہوں جب وہاں سے دعوت کھا کر واپس ہوئے تو وہ ابر پہر بھی موجود تھا سب سے پہلے اسی شخص کا راستہ دوسروں سے جدا ہوا جو قزاقی چھوڑ کر آیا تھا یہ ان سے الگ ہو کر اپنے رستہ پر ہوا تو اُس وقت وہ ابر ان کے ساتھ چلا اور پیر صاحب مریدوں سمیت سب دھوپ میں رہ گئے تب سب کو معلوم ہوا کہ یہ اُن کی برکت تھی۔ حق تعالی کو اُن کی عاجزی اور تواضع پسند آئی اُس سے یہ برکت ہوئی۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میاں ہم تو لوگوں کو اس نیت سے مرید کر لیتے ہیں کہ اگر وہ مقبول ہوگا تو وہ ہمکو لیجاوے گا اور اگر ہم مقبول ہوں گے تو ہم اسکو لے جائیں گے

ف ۳۰ بیعت کرتے وقت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب نیت

جو پیر سمجھدار ہیں وہ رات دن دیکھتے ہیں کہ مریدوں سے انکو کیا کیا فیض حاصل ہوتے ہیں لیکن ان سے کہتے اسلیے نہیں کہ کہیں اُن کا دماغ نہ بگڑ جاوے اور اپنے کو کچھ سمجھنے نہ لگے۔ غرض یہ کہ جب چھوٹوں سے بھی فیض پہونچتے ہیں تو اپنے بڑوں سے بے پرواہی کرنے کی گنجائش نہیں اسی لیے نفسانی خواہش کی پیروی کا سب میں عمدہ علاج یہ ہے کہ کسی اللہ والے کی پیروی اختیار کرے خلاصہ یہ کہ شریعت کی پیروی اور اللہ والوں کے پاس رہنا اور اُن کی پیروی اختیار کرنا اس نفسانی خواہش سے نجات ہو جائے گی۔ فقط

تمام شد

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا بارہواں وعظ ختم ہوا۔ اب تیرہواں شروع ہوگا (ملایس)

کتاب ترغیب و ترہیب

انسان بلکہ تمام حیوانات ایسی طبیعت پر پیدا کئے گئے ہیں کہ تاوقتیکہ کسی امر کی طمع یا کسی امر کا خوف نہو ہر کام کرنا دشوار ہوتا ہے بلکہ نہیں ہوسکتا اگر ہوتا بھی ہو تو حکم حاکم سے وہ بھی نہایت جبر اور دشواری سے اسیوجہ سے فی زمانناکہ حاکم اسلام تو موجود نہیں احکام شرعیہ پر مسلمانوں کو قایم رہنا دشوار ہو رہا ہے، اب تو مسلمانونکو ہر امر دینی کا کوئی فائدہ یا اُسکے ترک سے مضرت معلوم ہو اسپر عمل مشکل ہے لہذا اس زمانہ میں ایسی کتاب کی اشاعت ضروری ہے جسمیں احکام شرعیہ کی منفعت اور اُسکے ترک سے مضرت کہکر راہ مستقیم پر قایم کیا جائے سو اس بارے میں احقر کے خیال میں کتاب ترغیب و ترہیب آئی اور اُسکا ترجمہ شروع کرا دیا جو تھوڑا تھوڑا رسالہ الہادی میں ہر مہینہ شائع کرتا رہا چونکہ رسالہ الہادی میں مضامین دینیہ کے سوا کوئی آجکل کے مذاق کی چیز نہیں، لہذا رسالہ مذکور کی اشاعت بہت تھوڑی ہے اور رسالہ کے فرمے بچ جاتے ہیں احقر اُنکو جمع کر کے کتاب کی صورت میں تیار کرلیتا ہے اسطرح کی کتابیں اسمیں سے علیحدہ تیار ہو کر ہدیۂ ناظرین ہو چکی ہیں، مثلاً تسہیل المواعظ، المصالح العقلیہ، امیر الروایات، التشرف حصہ اول وغیرہ، لہذا کتاب ترغیب و ترہیب کی بھی مفصل ذیل جلدیں تیار ہو چکی ہیں جو کچھ روز سے شائع ہو رہی ہیں، اسکے اسوقت تک تین حصے تیار ہیں۔

حصہ اول میں ترغیب اتباع کتاب و سنت اور کار خیر میں پیشقدمی کرنیکے اور ترک سنت اور بدعات اور کار بد میں پیشقدمی سے اجتناب کتاب العلم اسمیں علماء و طلبا کے فضائل اور اشاعت علم کی ترغیب اور جھوٹی حدیث کے بیان کرنے، اور علم کی ناقدری اور دنیا کیواسطے علم پڑھنے پڑھانے سے اجتناب، کتاب الطہارت اسمیں آداب قضاء حاجت اور استنجا اور غسل و وضو کے فضائل نہایت بسط سے بیان کئے ہیں۔ ۱۲

حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ۔ اسمیں اذان کے اور اُسکے جواب اور تکبیر کے فضائل اور بعد اذان کے مسجد سے نکلنے کی ممانعت اور ضرورت کے موقعہ پر تعمیر مساجد اور انکا احترام اور عورتونکو گھروں میں نماز ادا کرنیکی ترغیب اور نماز پنجگانہ کے اہتمام، فضائل رکوع و سجود کے اور اول وقت ادا کرنیکی فضیلت آداب جماعت اور کار بعد نماز آداب امامت وصف بندی وغیرہ وغیرہ کتاب نوافل اسمیں سنت موکدہ اور وتر اور تہجد اور چاشت صلوٰۃ توبہ و استخارہ صلوٰۃ التسبیح وغیرہ کا بیان ہے، ضخامت ۲۰۴ صفحات قیمت عہ۔

حصہ دوم کا جزو ثانی یعنی **کتاب الجمعہ** اسمیں نماز جمعہ کی فضیلت اور اس دن اور رات میں ساعت اجابت کے فضائل اور غسل کرنا اور اول وقت کی فضیلت اور بلا عذر دیر کرنے اور گردنیں پھلانگنے اور خطبہ میں بات کرنیکی ممانعت اور ترک جمعہ پر وعید۔ اور سورہ کہف اور اسرات دن کے اذکار، ضخامت ۳۰ صفحے، قیمت ۲ر

کتاب الصدقات۔ اسمیں زکوٰۃ ادا کرنیکی ترغیب اور فرضیت کی تاکید اور زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر ترہیب اور زیور کی زکوٰۃ کا بیان پرہیزگاری کے ساتھ خدمت صدقات بجالانیکی ترغیب اور اس امر کی ترغیب کہ اگر کسیکو نوبت فاقہ کی پہنچے تو خدا سے مدد طلب کرے بغیر خوشی کے جو چیز دیجاوے اُسکے لینے سے ترہیب صدقہ کی ترغیب اور تنگدست کی ہمت اور نفلی صدقات کا بیان، خفیہ صدقہ کرنیکی ترغیب رشتہ داروں پر صدقہ کرنے اور اُنکو غیروں پر مقدم رکھنے کی ترغیب، فالتو چیز کو اقربا کو باوجود مانگنے کے بخل کرنے اور اقربا کے حاجتمند ہوتے ہوئے غیر کو دینے کی ترہیب، قرض دینے کی ترغیب اور اسکی فضیلت کا بیان قیمت ۱۲ر بارہ آنہ

فیوض الاسلام ترجمہ جلد ۱ فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولو العزمی
و جان نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں
اگر آپ کو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہؓ
بن جراح و حضرت خالدؓ بن ولید کی مدبرانہ شجاعت
و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنے ہیں
اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب
معلوم کرکے ان تمام ملمع کاریوں کی حقیقت سے
واقف ہونا چاہتے ہیں جن سے مسلمان دھوکہ
کھاکر منزل مقصود سے کوسوں دور ہٹتے جاتے ہیں تو
فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام
ملاحظہ فرمائیں ضخامت ۸۱۲ صفحات
قیمت (۴ؐ) محصولڈاک ۱۱؍

حیوۃ المسلمین

چونکہ آجکل بوجہ بے علمی و بدعملی مسلمانوں پر عالم میں
عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً مصیبتوں پر
مصیبتیں اور بلاؤں پر بلائیں نازل ہوتی چلی جاتی
ہیں لہذا حضرت حکیم الامۃ مدظلہم نے سونے کے پانی سے
لکھنے کے قابل مضامین عالیہ قلمبند فرمائے ہیں جن کے
مطالعہ سے عقائد کی درستی معاشرت میں آسانی طلب
حق میں افزونی معیشت میں سہولت خدا و رسول کی
محبت اہل و عیال کی خدمات کی رغبت مجاہدہ کا شوق گناہوں سے
نفرت اور شریعت پر چلنے کا طریق حیوۃ طیبہ حاصل کرنے کے گر
گویا تمام خوبیوں کے ایک خزانہ جمع فرمادیا ہے یہ ۱۰۴ صفحات
کی کتاب ہے مگر دریا کو کوزہ میں بھرا ہے اسکی تمام خوبیاں
ناظرین الہادی پر بخوبی ظاہر ہیں قیمت ۱۰؍

ترجمہ کیمیائے سعادت

از حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
قیمت صرف تین روپے (۳ؐ)

ترجمہ غنیۃ الطالبین

امام العارفین حضرت شیخ عبد القادر
گیلانی رحمۃ اللہ علیہ معہ تذکرہ
آنحضرت قدس سرہ العزیز
قیمت دو روپے بارہ آنہ (۲ؐ ۱۲؍)

ملفوظات مزید المجید

حضرت والا مدظلہ کے ۴۵ ملفوظات کا
مجموعہ جو طالبان کو عموماً اور سالکین کو خصوصاً
نہایت مفید ہیں انکو مطالعہ سے عجیب و غریب
تحقیقات کا انکشاف ہوتا ہے اس کا مطالعہ
وہ کام دیتا ہے جو برسوں کے مطالعہ کتب سے
نہیں نکلتا گویا ایک شیخ طریقت کی
صحبت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔
قیمت چھ آنے (۶؍)

مرشق

تحفہ اثنا عشریہ کا ترجمہ عرصہ سے
بالکل نایاب تھا بحمد اللہ چھپ کر
آگیا ہے یہ حضرت مولانا شاہ
عبد العزیز صاحب محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے
اصل فارسی ہے اور اس کا یہ اردو
ترجمہ تیار ہوا ہے۔
قیمت تین روپے (۳ؐ)

ملنے کا پتہ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی